عقیدہ
حیاتِ قبر
اور علمائے اسلام

مرتبہ

ابو احمد مولانا نور محمد قادری تونسوی

مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل
لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت علّامہ مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵رجنوری ۲۰۱۵ء

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کے سربراہ حضرت مولانا محمد طیب طاہری پنج پیری نے ''مسلک الاکابر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں حوالہ جات نقل کئے کہ اکابر دیوبند، انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ارضیہ کی حیات کے قائل نہ تھے۔ اس جواب میں مولانا نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ لکھا جس کا نام ''عقیدہ حیات قبر اور علماء اسلام'' رکھا۔

اس میں انہوں نے (۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی، (۲) مولانا رشید احمد گنگوہی، (۳) مولانا خلیل احمد سہارنپوری، (۴) مولانا اشرف علی تھانوی، (۵) مولانا سید حسین احمد مدنی، (۶) مولانا شبیر احمد عثمانی، (۷) مولانا ظفر احمد عثمانی، (۸) مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، (۹) مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، (۱۰) قاری محمد طیب قاسمی، (۱۱) مفتی عزیز الرحمن عثمانی، (۱۲) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، (۱۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، (۱۴) مولانا محمد منظور نعمانی لکھنو، (۱۵) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (۱۶) مولانا مفتی محمود، (۱۷) مولانا حسین علی واں بھچراں، (۱۸) مولانا محمد عبداللہ بہلوی، (۱۹) مولانا محمد عبداللہ درخواستی، (۲۰) حضرت مولانا خواجہ خان محمد، (۲۱) مولانا علی شیر حیدری رحمہم اللہ کے رسائل سے حوالہ جات جمع کر دیئے۔ جس سے یہ رسالہ ایک علمی اور حوالہ جاتی دستاویز بن گیا۔ جسے ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مولف

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ الی یوم الدین و بعد یوم الدین۔ اما بعد!

بندہ عاجز ابو احمد نور محمد قادری تونسوی جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ مماتیہ، اشاعتیہ، پنج پیریہ، اپنے بہت سے عقائد اور نظریات مخصوصہ کی وجہ سے اہل سنت سے کٹ جانے کے باوجود اہل سنت دیو بند کے نام پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں اور اپنی تقریروں، تحریروں اور عام خاص مجالس میں یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہم اہل سنت اور دیو بندی ہیں۔ حالانکہ علماء اہل سنت دیو بند ان کے نظریات فاسدہ سے کئی بار اظہار برأت فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ لوگ کذب بیانی سے یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ اکابر علماء دیو بند ہمارے ہم خیال اور ہم مسلک تھے۔ حالانکہ علماء دیو بند میں سے کوئی ایک ایسا عالم نہیں ہے جس نے عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا ہو یا حیات الانبیاء علیہم السلام کا انکار کیا ہو یا عام موتیٰ کے سماع فی الجملہ کا انکار کیا ہو۔ جب کہ یہ لوگ ان سب عقائد و نظریات کے منکر ہو چکے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ اشاعت التوحید کے امیر بن امیر نے بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام ہے ''مسلک الاکابر'' اور اس رسالہ میں آں موصوف نے ہمارے بہت سے اکابر علماء کا نام لے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ فلاں فلاں بزرگ عالم ہماری طرح حیات الانبیاء علیہم السلام کے قائل نہ تھے اور عالم برزخ کی جزا و سزا میں روح اور جسد کے تعلق کے قائل نہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کے بھی قائل نہ تھے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اور خالصتاً اکابر کے نام پر دھوکہ دہی ہے۔ بحیثیت امیر جماعت کے حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی تھی کہ وہ اکابر پر الزام تراشی کریں اور خواہ مخواہ ان کا اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ بندہ عاجز نے پہلی بار ''مسلک الاکابر'' کا مطالعہ کیا تھا تو جناب امیر محترم کی خدمت میں ۱۰۴ سوال روانہ کئے تھے، جن کا جواب امیر صاحب نے آج تک نہ دیا بعدہ بندہ عاجز کے یہ سوال شائع بھی ہوئے لیکن اہل اشاعت کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ البتہ چند سالوں کے بعد مولوی محمد ایاز نے میرے سوالوں کا جواب یوں دیا کہ الٹا مجھ سے ۱۳۵ سوالات کر ڈالے۔ لیکن میرے کسی ایک سوال کا جواب نہ دیا۔ خیر بندہ عاجز نے ان کے ایک سو پینتیس سوالات کے جواب بھی لکھے اور ۳۳۵ سوال بھی اس سے کر دیئے تو مولوی موصوف کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بندہ عاجز کے کسی ایک سال کا جواب بھی نہ دیا اور میرے ۱۰۴ سوال اور ۳۳۵ سوالات ''مجموعہ سوالات'' کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ الغرض اہل اشاعت اور اوّل سے ہمارے اکابر کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے چلے آ رہے ہیں تو بندہ عاجز نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیو بند کے موقف کو واضح کر دیا جائے جو کہ ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ بندہ عاجز نے اپنے اکابر کے تین موقف بیان کئے ہیں۔

۱...... عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہمارے اکابر کا موقف؟

۲...... عقیدہ عذاب قبر کے بارے میں ہمارے اکابر کا کیا موقف ہے؟

۳...... حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع صلوٰۃ وسلام عند القبور تو اجماعی عقیدہ ہے۔ البتہ عام موتی کے سماع میں ہمارے اکابر کا کیا موقف ہے؟

بندہ عاجز کا مقصد اپنے بزرگوں کی پوزیشن کو واضح کرنا ہے اور الزام تراشنے والوں کے الزامات کو طشت ازبام کرنا تا کہ عوام جان لیں کہ ان علماء کے عقائد ونظریات اہل السنۃ والجماعۃ والے ہیں اور اس میں ان کی قطعاً دورائیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی قبروں کو جنت کا باغ بنادے اور ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم!

(۱) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک ایسی تصنیف موجود ہے جس کی مثال علماء متقدمین اور متاخرین میں نظر نہیں آتی۔ وہ کتاب ''آب حیات'' کے نام سے علماء وطلباء میں مشہور ومعروف اور متعارف ہے۔ اس بے نظیر اور لاجواب کتاب میں بانی دار العلوم دیوبند نے بڑی زبردست عقلی اور نقلی دلائل اور براہین سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت اور مبرہن فرمایا ہے۔ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اغیار لوگوں نے اپنی قلم اور زبان کے زور سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کو منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں لا کھڑا کرنے کی سعی ناتمام شروع کر رکھی ہے اور ان کو منکر حیات قبر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سادہ لوح طلباء میں مشہور کر رکھا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ہماری طرح حیات قبر کے قائل نہ تھے اور عالم قبر وبرزخ میں روح اور جسد عنصری کے تعلق کے منکر تھے۔ (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ مولانا کی شخصیت پر ظلم عظیم اور بہتان صریح ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ علماء اہل السنۃ کی طرح حیات قبر کے اور روح اور جسد کے تعلق کے قائل ہیں اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حامی اور محافظ ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ عبارات اکابر کو سیاق وسباق سے کاٹنا اصل موضوع سے توڑ موڑ کرنا اور تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کا ارتکاب کرنا عصر ہذا کے معتزلہ کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ لوگ اپنے اس جرم میں اتنی بڑی مہارت رکھتے ہیں کہ ایک سادہ مزاج اور خالی الذہن آدمی کو قطع وبرید شدہ عبارات اکابر دکھا کر منوا لیتے ہیں کہ فلاں فلاں اکابر ہمارے ہم خیال تھے اور فلاں فلاں ہمارے ہم مسلک ہیں اور یہ لوگ اپنی اس عیاری چالاکی اور چال بازی میں فرقہ غیر مقلدین سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے صحیح مسلک...... جو کہ ان کی تصنیفات سے واضح ہے...... کو سپرد قرطاس کر کے ان کے دامن کو جھوٹے الزامات سے پاک وصاف کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان اغیار کی خیانتیں اور تہمتیں کھل کر سامنے آجائیں تا کہ حق وباطل میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ اب آپ مندرجہ ذیل اقتباسات میں بغور نظر وفکر فرمائیں جن سے بانی دار العلوم دیوبند کا مسلک روز روشن کی طرح چمک دمک رہا ہے۔

؎ الحمد للہ ثم الحمد للہ! بندہ نے نہ قطع و برید کی ہے اور نہ ہی عبارات کو توڑ موڑ کر پیش کیا ہے اور نہ ہی تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ یہ باطل پرستوں کا شیوہ جس سے اہل حق نفرت کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

۱...... مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزین ہیں۔'' (آب حیات ص ۲)

۲...... مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایسی روایتیں ہیں کہ نہ میراث کی آیتوں کے مخالف، نہ کسی اور آیت کے معارض پھر بایں ہمہ در بار اثبات حیات مؤید ان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا حاصل یہ ہے کہ: ''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی۔'' اہل فہم پر روشن ہوگیا۔ غرض اس کلام سے تسکین خاطر حزین مشتاقان دیدار سرور دین ہے جو کہ کم نصیبی سے آپ کی زیارت سے محروم رہے۔ موانع خارجی کے باعث آنے نہ پائے یا آپ کے بعد اس عالم میں آئے سو تسکین جب ہی متصور ہے کہ آپ زندہ ہوں۔ محبان ایمانی کو ملاقات پس پردہ بھی کافی ہے۔ آنکھوں سے نہ دیکھنے سے عبد اللہ بن ام مکتوم کو جو نابینا تھے، باوجود محرومی دیدار یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیدار سے محروم رہے۔''

''دوسری وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نمازیں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھے وہ روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان روایات میں بعض کا باعتبار سند کے چنداں قوی نہ ہونا مضر نہیں۔ چند ضعیف باہم مل کر اسی طرح قوی ہو جاتی ہیں۔ جیسے بہت سے احاد مل کر متواتر بن جاتی ہیں۔ یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ''ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما''

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرانا اور کرنا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت: ''النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم'' کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں جو شخص قرآن کے انکار سے موافق حدیث ثقلین لاریب داخل زمرہ گمراہان ہو چکا، اسے راہ پر لانے کوئی تدبیر نہیں۔'' (آب حیات ص ۴۰، ۴۱)

۳...... حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ابوداؤد ''مامن مسلم یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی اسلم علیہ'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ و تجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبت تامہ آپ کو حاصل رہتی ہے۔ اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ یعنی

مبداء انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الیٰ اللہ حاصل تھا۔ مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات اور صفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔ سو چونکہ سلام اتیاں بھی من جملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں۔ اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔'' (آب حیات ص ۱۷۵)

۴...... ''وجہ اس کی یہ ہے کہ روح پر فتوح نبوی ﷺ جب منبع اور اصل روح باقیہ خصوصاً ارواح مومنین امت ٹھہری تو جون سا امتی آپ علیہ السلام پر سلام عرض کرے گا۔ اس کی طرف کا شعبہ لوٹے گا۔ ارتداد جملہ شعب لازم نہیں اور ظاہر ہے کہ اس شعبہ کا ارتداد بعث اطلاع سلام معلوم تو ہو گا پر موجب زوال استغراق مطلق نہ ہو گا۔ آخر شعب غیر متناہیہ اور ہیں۔'' (آب حیات ص ۱۷۶)

قارئین کرام! مندرجہ بالا اقتباسات سے حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد بالکل واضح ہیں کہ:

۱...... وہ اس زمین والی قبر کو ''قبر'' کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عبارت میں جتنی بار بھی ''قبر'' کا لفظ استعمال ہوا۔ وہاں سوائے اس ارضی قبر کے کوئی اور قبر مراد ہو سکتی نہیں۔

۲...... وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات مع جسد عنصری کے قائل ہیں۔

۳...... حضرت کا عقیدہ ہے کہ جس نے بعد وفات آپ ﷺ کی زیارت کی گویا جیتے آپ ﷺ کی زیارت کی۔

۴...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت گویا پس پردہ آپ کی ملاقات ہے۔

۵...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید کی آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم'' کا حکم اب بھی باقی ہے اور زائرین اب روضہ اقدس ﷺ پر جا کر استشفاع کر سکتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ سے یوں درخواست کرنا صحیح ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے استغفار فرمائیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ ہماری مغفرت فرما دیں اور ظاہر ہے کہ دعا واستغفار کی یہ درخواست سماع عند القبر الشریف پر موقوف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے سماع وسلام وکلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔

۶...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام آپ ﷺ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے اور آپ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۷...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی زمین والی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۸...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حیات الانبیاء، آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

۹...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدہ پر دلالت کرنے والی احادیث بعضے قوی اور بعضے ضعیف ہیں اور چند ضعیف مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔ خصوصاً جب کہ قوی احادیث بھی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جب محدثین کے مسلمہ اصول کے تحت حیات الانبیاء کی سب احادیث قوی بن گئیں تو فرداً فرداً کسی حدیث کی سند کو لے کر بیٹھ جانا کہ اس سند کا فلاں راوی ضعیف یا منکر یا مجہول ہے۔ ایک فضول کام ہے اور وقت کو ضائع کرنے والی بات ہے۔ کیونکہ اصول حدیث کے تحت سب حدیثیں قوت حاصل کر کے درجہ قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

۱۰...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیات الانبیاء علیہم السلام ایسے قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ قرآن کے ماننے والوں کو اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۱...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ منکرین حیات قبر کو ''گمراہ'' لکھ رہے ہیں۔

۱۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر شریف شہداء کرام اور عامۃ المومنین کی حیات سے اتنی قوی تر اور ممتاز ہے کہ اس ممتاز حیات کی وجہ سے ان کی مالی وراثت قابل تقسیم نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ سب کچھ حیات قبر کی وجہ سے ہے اور ایسی ممتاز اور قوی تر حیات کسی شہید یعنی عامۃ المومنین کو حاصل نہیں ہے۔

ناانصافی کی انتہاء

ظلم دیکھئے کہ عصر ہذا کے معتزلہ ان پورے بارہ عقائد میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے ہیں اور شدت سے ان عقائد کا انکار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود مدعی ہیں کہ ہم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک ہیں اور وہ ہمارے ہم خیال ہیں۔ ایسے روّیہ کے بارے میں اب ہم کیا کہیں؟ اللہ کی پناہ!

قبر و برزخ میں روح اور جسد کا تعلق اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا ان کے ابدان عنصریہ کے ساتھ ایسا قوی تر تعلق مانتے ہیں کہ وہ عدم توریث مال اور حرمت نکاح امہات المومنین کی بنیاد اسی قوی تر حیات کو مانتے ہیں اور باقی رہے دیگر موتی خواہ شہداء ہوں یا غیر شہداء تو ان کی ارواح کا تعلق ان کے ابدان عنصریہ کے ساتھ وہ ایسا قوی تر تو نہیں سمجھتے جو عدم توریث مال کا سبب بن سکے یا اس سے نکاح بیوگان کی حرمت ثابت ہو، لیکن وہ قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کے مابین ایک خاص قسم کے تعلق کے قائل ہیں۔ گو خفیف ہی سہی اس تعلق کی وجہ وہ امکان سماع موتی کے قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے مردہ قبر کے ثواب و عذاب کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''القصہ زمین بھی آواز پہنچاتی ہے مگر بہت کم ادھر بعد مرگ روح کو جسم خاکی سے بہت کم علاقہ رہ گیا اور جو کچھ تھا بھی تو جسم مذکور کی شکل وصورت کے بگڑ جانے نے اس کو اور بھی گھٹا دیا۔'' (جمال قاسمی ص ۱۷)

مزید لکھتے ہیں: ''الغرض ادھر تو روح کو جسم سے تعلق ضعیف ہو گیا جو سرمایہ ابصار و اسماع تھا ادھر واسطہ ایصال بعد دفن اب خاک ہے جس میں ضعیف سی لچک اور قلیل سا سیلان ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑے گا کہ حد قوت اسماع متکلم سے قوت سامعہ اموات جو بالفعل فقط روح کے ساتھ قائم ہے اور جسم سے چنداں تعلق نہیں۔ میری ہے پر بایں ہمہ تعلق بھی موجود ہے۔ گو ضعیف ہے اور واسطہ وصول آواز میں سیلان اور لچک بھی موجود ہے۔ گو خفیف ہے اس لئے اگر ادھر سے بوجہ توجہ واقتراب جو محبت مذکورہ کو لازم ہے، تلقی آواز یعنی استماع ہو تو بعید نہیں۔'' (جمال قاسمی ص ۱۷)

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں عبارات میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے ارواح کا ان کے ابدان عنصریہ سے تعلق تسلیم کر رہے ہیں۔ گو ضعیف سہی بہر حال تعلق ضرور ہے جس کی وجہ سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ امکان سماع کو ثابت فرما رہے ہیں اور علماء اسلام فرماتے ہیں کہ اسی تعلق کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی جزاء وسزا کو محسوس کرتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عدم تعلق کی نسبت کی حقیقت

عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ اپنی ایک خاص قسم کی عیاری اور چالاکی کے ساتھ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی آب حیات سے کچھ ایسی عبارات پیش کرتے ہیں جس سے عام دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے تعلق کی نفی فرمارہے ہیں۔ حالانکہ یہ دھوکہ اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے تعلق کے منکر نہیں بلکہ وہ روح اور جسد کے ایسے تعلق کے قائل ہیں جس سے سماع موتی کا امکان ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمال قاسمی کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تعلق کو ثابت کریں اور دوسرے مقام پر اسی تعلق کی نفی کر دیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس قسم کے تعلق کے قائل ہیں وہ اور ہے جس تعلق کی نفی کرتے ہیں وہ اور قسم کا ہے۔ یعنی قائل ہیں ایسے ضعیف تعلق کے جس سے سماع موتی ممکن ہوجائے اور مردہ رنج وراحت کو محسوس کرے اور نفی فرماتے ہیں۔ ایسے قوی تر تعلق کی جس کی وجہ سے ان کی وراثت تقسیم نہ ہوسکے اور ان کی بیوگان سے نکاح نہ ہوسکے۔ کیونکہ ایسا تعلق وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں غیر انبیاء کے لئے تعلق دنیوی کی نفی فرماتے ہیں اور تعلق برزخی کو ثابت کرتے ہیں۔

عام موتی کے سماع کے متعلق مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب سے سلام وکلام کے سننے کا عقیدہ تو آپ جمال قاسمی کے حوالہ سے معلوم کر چکے ہیں۔ اسی طرح آپ یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت سماع موتی کے امکان کو بھی ثابت کر چکے ہیں اور اب یہ معلوم کیجئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ سماع اموات کے قصہ میں اوّل تو یہ معروض ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ دوسری ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں۔ اس کی تنقیح قرار واقعی تو بعد مرگ معلوم ہوگی۔ اگر بعد مرگ ہم نے اوروں کا سلام وپیام سن لیا تو سماع، نہیں تو عدم سماع محقق ہو جائے گا۔ علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابر اگر ایک طرف میں بالکل ہو رہے تو کسی نہ کسی طرف والوں کو برا سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔ جب یہ بات گوش گزار خدام ہو چکی تو اب آگے سنئے اپنے خیال نارسا کی موافق سمع اموات حد اسماع سے تو پرے ہے پر استماع اموات ممکن ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا نے تو ''انک لا تسمع الموتی'' فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مسنون کر دیا۔ اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ بیہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۳، ۱۴)

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباس سے چند چیزیں بالکل واضح ہو گئیں کہ آپ سماع موتی کو ضروریات دین اور عقائد ضروریہ سے نہیں سمجھتے۔ کسی جانب کو باطل نہیں ٹھہراتے۔ اس مسئلہ کو دور اوّل سے مختلف فیہ جانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دونوں جانب اکابر ہیں۔ سماع اور عدم کی واقعی خبر مرنے کے بعد ہوگی۔ بالکل ایک طرف ہو کر دوسری طرف والوں کو برا نہ سمجھنا چاہئے۔ استماع موتی ممکن ہے اگر ممکن نہ ہو تو ملحد لوگ ''السلام علیکم یا اهل القبور'' کو ایک بیہودہ حرکت قرار دے کر زبان درازی کریں گے۔ جب کہ عصر ہذا کے

معتزلہ مندرجہ تمام باتوں میں حضرت سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت کی مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی ایک بات پر ان کو یقین نہیں ہے اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ سب فرمودات عام موتی کے متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر اور سماع سلام وکلام کے صرف قائل نہیں بلکہ زبردست حامی ہیں۔ وہ اس پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لہٰذا حضرت کے مذکورہ بالا ارشادات کو صرف عام موتی کے سماع کے متعلق بند رکھنا چاہئے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو شامل کرنا انصاف کے خون کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا احتیاطی مشورہ

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے امکان استماع موتی ثابت کرنے کے بعد ایک مفید مشورہ عنایت فرمایا ہے جس پر ہمارے اکابر کو اتفاق ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ''مناسب یوں ہے کہ قبرستان میں گزرے تو سلام سے دریغ نہ کرے اور بن پڑے تو ہدیہ مناسب وقت بھی پیش کرے۔ ورنہ سخت بے مروتی ہے۔ جو یوں آنکھیں چرائے چلا جائے مگر چونکہ محتاج اور مستغنی محتاج الیہ کا پکارنا جدا جدا ہوتا ہے اور عوام اپنے خیال خام میں اولیاء کو قادر اور متصرف یعنی غنی محتاج الیہ سمجھتے ہیں تو اگر اس زمانہ میں اس امکان استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس عمل سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں۔ البتہ قوت مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے۔ اس لئے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کی اطلاع نہ ہونے دے۔ ورنہ اس علم امکان سے ترقی مدارج تو معلوم، کیونکہ ضروریات دینی میں سے نہیں۔ البتہ مواخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔'' (جمال قاسمی ص ۱۸۱)

ہمارے اکابر اس مشورہ پر کاربند ہیں۔ البتہ اس مسئلہ پر ہمارے اکابر سے جو پیش رفت ہو رہی ہے وہ صرف دفاعی کوشش ہے۔ کیونکہ عصر ہذا کے معتزلہ اس مسئلہ میں غلو کا شکار ہیں اور قائلین سماع موتی پر شرک وکفر کے فتوے لگاتے ہیں تو ہمارے علماء امت مسلمہ کو اس زہریلے فتوے کی زد سے بچانے کے لئے میدان میں آکر اس مسئلہ کی حیثیت کو واضح فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس خطرناک فتوے کے اثرات کہاں تک جا پہنچتے ہیں۔ ہاں! حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سماع سلام وکلام ضروریات میں سے ہے اور اسی پر اجماع امت ہے تو اس عقیدہ کے ہمارے ہاں داعی اور مدعی ہیں اور اس عقیدہ عالیہ کے تحفظ کی خاطر ہمارے علماء کا اقدامی اور دفاعی جہاد جاری اور ساری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔

واضح رہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ کا عام موتی کے عدم سماع کے دلائل سے خصوصی طور پر حضور اکرم ﷺ کے سماع کی نفی کر دینا ایک نہایت خوفناک چال ہے۔ اس طرح مسئلہ سماع موتی کو فروعی اور غیر ضروری کہتے کہتے حضور اکرم ﷺ کے سماع کو بھی غیر ضروری بنا ڈالنا بھی ایک خطرناک چال ہے۔ کیونکہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ واقعی غیر ضروری ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے سماع کا مسئلہ تو ضروری ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

یہاں ایک وسوسے کا دور کرنا بندہ عاجز ضروری تصور کرتا ہے کہ کیا عقیدہ حیات النبی ﷺ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر اہم ہے؟ عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ...... جو عبارات اکابر سے ان کی مراد کے برعکس اپنا من بھاتا مطلب کشید کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں...... نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے غلط نتیجہ اخذ کر کے لوگوں کو یہ

تاثر دیا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیات النبی ﷺ کا عقیدہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ اولاً مولانا کی وہ عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ پھر غلط نتیجہ پھر تبصرہ تاکہ صحیح صورتحال کھل کر سامنے آجائے۔ مولانا فرماتے ہیں: ''ہاں! اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گوعقیدہ یہی ہے اور میں جانتا ہوں۔ ان شاء اللہ! ایسا ہی رہے گا۔ مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں، نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۵)

کج فہم معتزلہ نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کے برخلاف یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آب حیات میں لکھ چکے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ آیات قرآنیہ اور احادیث قویہ سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کے ماننے والوں کو انکار کی گنجائش نہیں اور جو انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔ حوالہ گزر چکا ہے تو معلوم ہوا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کو ضروری سمجھتے ہیں تو پھر سوال ہوگا لطائف قاسمیہ میں کس بات کو غیر ضروری قرار دیا۔

تو حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے لئے موت کی ایک خاص قسم تجویز فرماتے ہیں وہ آپ ﷺ کی موت کے بالکل قائل ہیں۔ لیکن اس کی ایک اور نوع تجویز فرماتے ہیں اور اسی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں ان کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کی تعلیم کرتا ہوں اور نہ ہی منکرین سے دست و گریباں ہوتا ہوں تو معلوم ہوا کہ لطائف قاسمیہ کی عبارت کا تعلق موت کی ایک خاص قسم سے ہے اور کج فہم اغیار نے اس کو عقیدہ حیات النبی ﷺ پر فٹ کردیا۔ اسے کہتے ہیں: ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' یہ ہے۔ حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ جسے دیانتداری کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اکابر کی راہ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ صلی اللہ علی النبی الامی الکریم!

(۲) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ جنہوں نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ میں سے جن جن حضرات کو عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ثابت کرنے کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ ان میں قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر بہ تعلق روح مع الجسد العنصری کے قائل ہیں۔ اس طرح وہ حضور اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے عقیدہ کو اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ وہ زائرین کو یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ قبر شریف پر سلام پڑھنے کے بعد حضور اکرم ﷺ سے طلب شفاعت کریں اور جس شخص نے اس کو کہا کہ آپ کی ذات اقدس پر میری طرف سے سلام پیش کرنا تو اس کی طرف سے سلام بھی عرض کریں اور اس کے لئے بھی آپ سے طلب شفاعت کریں۔ اسی طرح حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں۔ عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں اور عصر ہذا کے معتزلہ مندرجہ بالا عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ میں بھی حضرت سے متفق نہیں ہیں اور شدت کے ساتھ ان عقائد کی تردید کرتے ہیں۔ بلکہ شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ بایں ہمہ مدعی بنے بیٹھے ہیں کہ ہم مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک ہیں اور وہ ہمارے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ ان کج فہموں کے خیالات اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے اور صحیح عقائد (جو کہ ان کی تصنیفات سے واضح ہیں) کو لکھ کر

سادہ لوح طلبہ اور عوام کو دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے بچایا جائے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کو جھوٹے الزامات سے پاک وصاف کیا جائے تاکہ حق، حق کی صورت اور باطل، باطل کی شکل میں کھل کر سامنے آ جائے۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱...... مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ کی مالی وراثت تقسیم کیوں نہ ہوئی؟ بایں وجہ کہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ''ونبی اللہ حی یرزق'' اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالے ''آب حیات'' میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۵۶۱ ملحق تالیفات رشیدیہ)

۲...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ ''اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ؟ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے جواب لکھا: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے۔ ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے۔ بعض مقر ہیں بعض منکر۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۹)

<u>ضروری وضاحت</u>: حضرت کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر میت کی روح کا اس کے جسم کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ میں خاص قسم کی حیات پیدا ہوتی ہے اور وہ قبر کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ حیات ہر مردہ کو حاصل ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سب سے ممتاز ہوتی ہے۔ باقی حیات قبر کو حیات روحانی اور روح کی حیات اس لئے کہتے ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح ظاہر ہوتی ہے اور جسم مستور ہو جاتا ہے، وہاں روح اصل ٹھہرتی ہے اور جسد اس کے تابع ہوتا ہے۔ برخلاف حیات دنیا کے کیونکہ یہاں جسم اصل اور ظاہر ہے اور روح تابع اور مستور ہے۔ اسی اصلیت کی وجہ سے حیات دنیا کو جسمانی حیات اور حیات قبر کو روحانی حیات کہتے ہیں۔ حیات روحانی اور روح کا لفظ سن کر تعلق مع الجسد العنصری کی نفی سمجھنا ایسی ہی حماقت ہے۔ جیسے کوئی شخص حیات دنیا کو حیات جسمانی کہنے کی وجہ سے روح کی شرکت کا انکار کر دے۔ معلوم ہوا کہ حیات قبر کو روحانی کہنے سے جسم کی معیت اور اس کی شرکت کی نفی نہیں ہوتی۔ چونکہ اس عالم میں روح اصل ہے۔ اس لئے اس کا ذکر کیا گیا اور جسم بالتبع مذکور اور شامل ہے۔ اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۳...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت از اہل قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا: ''اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مایہ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحاق مرحوم دہلوی کو دیکھئے۔ چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضروری ہوا۔ استعانت کے تین معانی ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے۔ یہ باتفاق جائز ہے۔ خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب قبر کو کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے۔ خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے۔ اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے، معنی حدیث سے۔ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کے یہ کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا

ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے۔ وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے مختلف فیہ ہے۔ مع ہذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے۔ اس میں بحث مناسب نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات اشرفیہ ص ۱۳۴)

۴...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دور سے خود خطاب سلام کا سنتے ہیں۔ وہ کفر ہے، خواہ ''السلام علیک'' کہے یا ''السلام علی النبی'' کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے، ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۵۵، ۱۰۳، ۱۳۹)

۵...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب جان لے کہ زیارت روضہ مطہرہ سرور کائنات علیہ السلام کی افضل المستحبات ہے۔ بلکہ بعض نے قریب واجب کے لکھا ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے۔ اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگی اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میری زیارت کو آئے اور اس آنے میں اس کو محض زیارت ہی مقصود ہو اور کوئی حاجت نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگیا کہ میں اس کا قیامت کو شفیع ہوں اور فرمایا ہے کہ جو کوئی انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو مثل اس کے ہے کہ جس نے حال حیات میں میری زیارت کی ہو۔ پس جس شخص پر حج فرض ہو تو اوّل اس کو حج کر لینا بہتر ہے۔ ورنہ اختیار ہے۔ چاہے حج پہلے کرے یا مدینہ منورہ پہلے ہو آوے۔ غرض جب مدینہ کا عزم ہو تو بہتر ہوں ہے کہ نیت زیارت قبر مبارک مطہر کی کر کے جاوے، تاکہ مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہوگی۔'' (زبدۃ المناسک ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۶۴۸)

۶...... مزید لکھتے ہیں ''پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس کے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے۔ کچھ بائیں طرف مائل ہو کر تاکہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے اور باادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگائے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ

السلام علیک یا خیرۃ اللہ من خلق اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے، کہے: ''یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک'' اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے۔ مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو، مستحسن رکھتے ہیں اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خشوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو۔ عرض کرے ''السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں بن فلاں یتشفع بک الی ربک'' پھر بقدر ایک ہاتھ کے پیچھے کو ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے۔'' (زبدۃ المناسک ملحق تالیفات رشیدیہ ج ۵ ص ۶۵۰)

۷...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی غیر مقلد کے بارہ میں سوال کیا گیا یا خود غیر مقلد نے سوال کیا۔ اگر کوئی حاجی صاحب مدینہ منورہ نہ جائے۔ کیونکہ راستہ پرخطر ہے۔ قافلے لٹ رہے ہیں اور روپیہ بھی کرایہ وغیرہ پر خرچ ہوگا

تو کیا گناہ ہوگا؟ کیونکہ مدینہ جانا فرض و واجب نہیں ہے تو حضرت نے جواب لکھا "مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا زیارت ترک کرنا کیوں ہوا، اور راہ ہر روز نہیں لٹتی۔ اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین و آمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب و برکت کا ہے۔ اس کا تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کو احتمال ووہم سے بھی ترک کردیں۔ اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیں کہ کون سا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۷۹)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اقتباسات میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسائل اور عقائد بیان فرمائے ہیں۔ عصر ہذا کے معتزلہ ان میں سے کسی ایک عقیدہ اور کسی ایک مسئلہ کو نہیں مانتے بلکہ ان پر نکیر شدید کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں اور پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم حضرت گنگوہی کے مسلک اور عقیدہ پر ہیں۔ "فو اسفا علی ضیعة العلم والادب" نا معلوم یہ الٹی گنگا کب تک بہتی رہے گی اور نا معلوم طلباء کرام کب تک دھوکہ کھاتے رہیں گے۔

عام موتیٰ کے سماع میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے صرف قائل نہیں بلکہ اسے اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ باقی رہے عام موتیٰ تو اس بارے میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عام موتیٰ کے سماع کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے لکھا:

۱...... "یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ)

۲...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب سماع موتیٰ کے حضرت امام صاحب قائل نہیں تو پھر فقہائے حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں؟ تو مولانا نے جواب لکھا کہ "مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایت اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۳)

۳...... مفتی عزیز الرحمن نے حضرت گنگوہی سے سماع موتیٰ کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اوّل میں مختلف ہوا ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو ممکن نہیں مگر تقلیداً اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں...... لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے "وما انت باسمع منهم" سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی۔ سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے۔ ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال رکھا اور جمع کر دیا۔ الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے۔ حسب قواعد!" (لطائف رشدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۶۷۶)

قارئین کرام! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات میں غور کرنے سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱...... مولانا گنگوہی ﷫ کے نزدیک عام موتی کا عدم سماع راجح ہے۔
۲...... مسئلہ سماع موتی عہد صحابہ ﷺ سے مختلف فیہ ہے۔ دونوں جانب صحابہ کرام ﷺ ہیں۔
۳...... اس مسئلہ میں اب فیصلہ کرنا ناممکن ہے۔
۴...... سادات حنفیہ بھی اس مسئلہ میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔
۵...... زمانہ دفن کے قریب بہت روایات سماع کا اثبات کرتی ہیں۔
۶...... سماع موتی کی جانب بھی قوی ہے۔
۷...... اگر کوئی شخص سماع موتی کا قائل ہو کر تلقین میت کرے تو درست ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ ﷫ سے کچھ منقول نہیں ہے اور اس بارے میں امام صاحب سے جو روایات آئی ہیں، وہ شاذ ہیں۔ مذکورہ بالا باتوں میں بجز عدم سماع عام موتی کے عصر ہذا کے معتزلہ حضرت گنگوہی ﷫ سے کسی بات میں متفق نہیں ہیں۔ جب کہ عدم سماع میں بھی برائے نام اتفاق ہے۔ کیونکہ عدم سماع سے حضرت گنگوہی ﷫ حضرات انبیاء کرام ﷩ کو بالاجماع مستثنیٰ فرماتے ہیں اور یہ لوگ سب سے پہلے انہیں کے سماع کی نفی کرتے ہیں۔ حضرت گنگوہی ﷫ کے نزدیک اس مسئلہ کا اب فیصلہ ناممکن ہے۔ جب کہ یہ لوگ قائلین سماع پر شرک وکفر کے فیصلے کر چکے ہیں۔ حضرت گنگوہی ﷫ کے نزدیک یہ فروعی مسئلہ ہے۔ کیونکہ دونوں جانب صحابہ کرام ﷺ ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر ﷜ کے ہاں سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے۔ جب کہ یہ لوگ ایمان اور عقیدہ کے لئے عدم سماع کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

عصر ہذا کے معتزلہ کی بے ڈھنگی چال

اس دور کے معتزلہ جب کہیں عدم سماع موتی کا قول دیکھتے ہیں تو فوراً اس کو حضرات انبیاء کرام ﷩ پر فٹ کر کے ان کے سماع کی نفی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ عدم سماع کا قول کرنے والے خود انبیاء کرام ﷩ کو عدم سماع سے مستثنیٰ کر چکے ہیں۔ اسے کہتے ہیں: ''مدعی سست گواہ چست'' اور اسے کہتے ہیں: ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' یقین رکھئے اور کسی دھوکہ باز کے دھوکہ میں نہ آیئے جن جن حضرات نے بھی عدم سماع کو ترجیح دی ہے، وہ سب حضرات انبیاء کرام ﷩ کے سماع عند القبور کے قائل ہیں۔ کیونکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک شخص کا نام نہیں ملتا، جس نے انبیاء کرام ﷩ کے سماع کا انکار کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر کی راہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

(۳) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫

فخر المتکلمین عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ ایک نامور محدث گزرے ہیں۔ مسلک اہل السنت والجماعت دیوبند سے من وعن وابستہ تھے۔ یہاں عقیدہ حیات النبی ﷺ اور عقیدہ عذاب قبر کے متعلق ان کے موقف کی وضاحت کی جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر ان کے عقیدے کو سمجھئے۔

۱...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔

آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے۔تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیات الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے، جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا اس کا نام آب حیات ہے۔'' (المھند علی المفند یعنی عقائد اہل سنت دیوبند ص ۳۸)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ''فھی دائما تعرض علیه بواسطة الملائکة الا عند روضته فیسمعها بحضرته... فان الانبیاء فی قبورھم احیاء فنبی الله حی یرزق'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰)

یعنی ہمیشہ درود و سلام حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر بذریعہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر روضہ اطہر کے قریب جو درود و سلام پڑھا جائے، اس کو آپ ﷺ بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں۔ یقیناً حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں...... اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

۳...... ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''ان نبی الله حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابها'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷)

یعنی اللہ کا نبی اپنی قبر شریف میں زندہ ہے، جس طرح کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ آپ ﷺ زمین کے اوپر ہوں یا اس کے پردہ کے نیچے ہوں۔

۴...... محدث سہارنپوری رحمہ اللہ ابوداؤد کی حدیث جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ مجھے اس کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ای اقول وعلیک السلام قال القاضی لعل معنا روحه المقدسة فی شان ما فی الحضرت الالهیته فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالٰی روحه المطهرة من تلک الحالة الی رد من سلم علیه'' (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰۷)

یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ میں سلام کرنے والے کے جواب میں ''وعلیک السلام'' کہتا ہوں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا۔ شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس ذات الٰہیہ میں مشغول و مصروف ہوتی ہے اور جب آپ ﷺ کو کسی امتی کی طرف سے سلام پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر کو اس حالت سے سلام کرنے والے کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں تو آپ ﷺ کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۵...... مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسجد نبوی کی حد میں کتنی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

۶...... حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اس آدمی کو فرماتے تھے جو قبر پر زور سے سلام عرض کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷)

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ اس قبر ارضی میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ مردہ انسان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کی وجہ سے وہ قبر کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمایئے۔

ا...... محدث سہارنپوری ابوداؤد میں موجود حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ''یعاد روحہ فی جسدہ'' کے الفاظ ہیں، کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وتعاد روحہ فی جسدہ بعد دفنہ'' یعنی دفن کے بعد میت کی روح کو اس کے جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے کہ اس سے قبر کا سوال کیا جائے اور اس پر قبر کی کارروائی جاری کی جائے۔'' (بذل المجہود ج۶ ص ۲۲۸)

۲...... محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہے۔ جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وقال ابن الملک والی ان المیت یتالم قال ابن حجر من لوازمہ انہ یستلز بمایستلذ بہ الحی'' یعنی ابن ملک نے کہا کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کے لوازمات میں سے ہے کہ میت ان امور سے خوش ہوتی ہے، جن سے زندہ خوش ہوتا ہے۔'' (بذل المجہود ج۵ ص ۲۰۶)

(۴) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکابر علماء دیوبند سے درجنوں مسئلوں میں راہ تفردات اختیار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو علماء دیوبند کا ترجمان اور ان کو اپنا ہم خیال باور کراتے چلے آ رہے ہیں۔ حالانکہ اکابر علماء دیوبند اہل السنت والجماعت ہی اہل حق کی وہ سچی جماعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چلی آ رہی ہے اور حدیث کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک رہے گی۔ یہی نجات پانے والی جماعت ہی ''ما انا علیہ و اصحابی'' کا مصداق ہے اور اس جماعت کی حقانیت پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس دور میں پاک وہند میں یہ جماعت علماء دیوبند نور اللہ مراقدہم کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ کیونکہ علماء دیوبند کے تمام تر عقائد ونظریات، اعمال وافعال اور مزاج اس جماعت حقہ والے ہیں۔

لیکن منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جادہ اہل حق سے منحرف ہیں اور مسلک اہل السنت والجماعت سے ہٹ چکے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کرتے ہیں۔ قبر میں بوقت سوال نکرین روح کے لوٹنے کا انکار کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیازی حیات کا انکار کرتے ہیں۔ توسل بالصالحین کی جائز صورتوں کا انکار کرتے ہیں۔ سماع موتی جیسے فروعی اور معمولی مسائل میں تشدد کرتے ہیں۔ بات بات پر اپنے مخالفین کو مخالف قرآن کا الزام لگاتے ہیں اور شرک وکفر کے فتوے چسپاں کرتے ہیں۔ ان کے بعد افراد امام مہدی کی آمد کا انکار کرتے ہیں اور کچھ لوگ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے زمین کی طرف اترنے کا انکار کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کے انکار میں بہت بڑی جسارت کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

الغرض عقائد فاسدہ وکاسدہ کے اپنانے کی وجہ سے یہ لوگ اپنا نام، کام اور جداگانہ تشخص قائم کرتے ہیں۔ اہل السنت والجماعت کی راہ صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں اور سلف صالحین کی جماعت سے کٹ چکے ہیں۔ لہٰذا ایسے خیالات اور نظریات والے لوگ نہ سنی ہیں نہ دیوبندی۔ لیکن ان سب کے باوجود اپنے آپ کو زمرہ علماء دیوبند اہل السنت والجماعت میں شامل کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہے اپنے آپ کو اصلی حقیقی اور خالص دیوبندی کہتے ہیں اور پیروان علماء دیوبند کو ''بناسپتی دیوبندی'' مشہور کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں اور پھر یہ لوگ اپنے اس خلاف واقعہ دعویٰ کو سچا بنانے کے لئے ہمارے اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کی عبارات پیش کر کے عوام الناس کو فریب دے کر اصل حقیقت سے اندھیروں میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ عبارات اکابر پیش کرنے اور حوالہ جات دینے میں یہ لوگ خیانت، بددیانتی، قطع وبرید اور ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے ادھوری اور غیر متعلقہ عبارات تو پیش کرتے ہیں، لیکن جن مقامات پر اکابر رحمہم اللہ نے اپنا عقیدہ واضح لفظوں میں تحریر فرمایا ہے، اس کو چھپا دیتے ہیں اور یوں یہ لوگ ہمارے اکابر کو بدنام کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

یہ کوئی نیا کارنامہ نہیں

قارئین کرام! یہ کوئی نیا کارنامہ نہیں جسے ان لوگوں نے سرانجام دیا۔ بلکہ ان سب سے پہلے یہ کام مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ ما علیہ حسام الحرمین کے نام سے کر چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اور اس کے پیروکار روافض، پرویزی، چکڑالوی اور غیر مقلدین حضرات بھی آئے دن اس قسم کی حرکات کرتے رہتے ہیں اور مودودی صاحب بھی یہی کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں اور اب اگر کوئی کسر باقی تھی تو یہ منکرین حیات النبی ﷺ نے نکال دی۔ لیکن الحمدللہ! ثم الحمدللہ! چونکہ ہمارے اکابر علم وعمل اور اخلاص کے پیکر تھے، لہٰذا ان لوگوں کے جھوٹے پروپیگنڈوں سے ان کی جلالیت قدر اور مقبولیت عامہ میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ان لوگوں کی کمینہ حرکات اکابر کی ترقی درجات کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔ لہٰذا جو بھی غلط نظریات اور عقائد فاسدہ ان اکابر کی طرف منسوب ہیں، وہ سب جھوٹ، فراڈ، خیانت اور بددیانتی کا پلندہ ہیں۔ جن سے ہمارے اکابر کا دامن پاک وصاف ہے۔ کیونکہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تو پکے سچے اور کھرے اہل السنت والجماعت ہیں اور اہل السنت والجماعت کے تمام عقائد ونظریات اور اعمال وکتاب وسنت کے مطابق ہیں اور اجماع اس پر مستزاد ہے۔

یاد رکھیں کہ اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق قطعاً دو رائیں نہیں ہیں بلکہ تمام اکابر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر شریف میں آپ ﷺ کو بعلق روح مع الجسد حیات حاصل ہے۔ نیز آپ ﷺ عند قبر الشریف زائرین کے صلوٰۃ سلام کو سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ تک پہنچایا جاتا ہے اور قبر کی جزا اور سزا کی یہ صورت ہے کہ عالم قبر میں روح اور جسد عنصری کا تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مردہ کی روح اور جسد عنصری دونوں رنج وراحت محسوس کرتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ حضرات کی خدمت میں حکیم الامت، مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا اصلی عقیدہ جو کہ ان کی کتابوں سے حاصل کیا گیا ہے، پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ منکرین حیات النبی ﷺ ان کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ہم خیال ہیں اور بکثرت ان کی عبارات پیش کرتے ہیں اور ان میں من مانا مطلب کشید کرتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی مسلک

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں ایک عجیب شان کے مالک ہیں۔ اللہ جل شانہ نے ان سے اشاعت دین کا ایسا کام لیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دین اسلام کا کوئی ایسا شعبہ عقیدہ بلکہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت نہ کی ہو۔ ان کی تصنیفات، تالیفات، ملفوظات اور مواعظ حسنہ سے جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ پوری امت مسلمہ مستفیض ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

۱...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور فتاویٰ ''امداد الفتاویٰ'' میں حدیث: ''من صلّی علیّ عندی قبری سمعته ومن صلّی علیّ نائیا ابلغته'' اور حدیث: ''اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فان صلوتکم معروضۃ علی'' اور حدیث: ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' لکھ کر بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اپنا عقیدہ لکھا ہے کہ ''جو درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس پڑھا جاتا ہے، وہ آپ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۰۱، ۱۰۶، ۳۱۷، ۳۷۳)

جن لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح قریب والا درود و سلام آپ کی ذات اقدس پر بالاتفاق بلاواسطہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دور والا درود و سلام بھی آپ پر بلاواسطہ پیش کیا جاتا ہے تو ایسے لوگوں کے خیال کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور تردید فرمائی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مقیس علیہ تو ثابت ہے لیکن مقیس ثابت نہیں۔ بہرحال! فتاویٰ مذکورہ کے مندرجہ بالا صفحات قابل مطالعہ ہیں جن سے مولانا کا اپنا مسلک بھی واضح ہے۔

۲...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور سیرت کی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم'' میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا احادیث اور مزید دیگر احادیث نقل فرما کر نتیجہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجموعہ روایات کے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ (قبر شریف) میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔ (۲) نماز پڑھنا۔ (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔ (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷، ۲۵۰)

۳...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر شہداء اور پھر معمولی مردے۔'' (بیان القرآن تحت آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل'')

۴...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک شخص نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں۔ ان کے حق میں ارشاد ہے: ''بل احیاء عند ربھم'' اور جو ''مقتول فی سبیل اللہ'' سے بڑھ کر ''مقتول فی اللہ'' ہے۔ وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے اور اسی نقطہ پر مسئلہ کا مدار نہیں۔ اس میں صریح احادیث موجود ہیں اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔'' (مقالات حکمت ص ۶۰)

قارئین کرام! حضور ﷺ کی حیات قبر و برزخ اور سماع عند القبر الشریف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل کتب و مواعظ بھی مصرح ہے۔ مثلاً: (نشر الطیب ص ۱۵۲، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۹، راس الرحمٰن ص ۵۱۱، شکر النعمۃ ص ۴۴، وعظ الحبور ص ۱۳، وعظ الظہور ص ۵۱، الشکر ص ۴۴۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل (حصہ اوّل) ص ۴، الافاضات ج ۵ ص ۲۴۴، وعظ التبلیغ ص ۱۳ اور تعظیم الشعائر وغیرہ)

۵...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بہشتی زیور'' میں لکھتے ہیں۔ ''جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جائے تو گاڑنے کے بعد اگر نہ گاڑا جائے تو جس حال میں ہو، اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ اگر مردہ ایمان دار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اسے کہتے ہیں کہ سب طرح کا چین ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جس سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے اور خوشبو آتی ہے اور وہ مزے میں پڑ کر سورہتا ہے اور اگر مردہ ایمان دار نہ ہو تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔ پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک کے لئے رہتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے۔ مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں۔ ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ اوّل ص ۳۶)

۶...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ وہ مومنین اور کفار جن کی نعشیں کسی قبر میں دفن نہیں کی جاتیں، جلائی گئیں یا درندوں نے کھالیں یا کسی اور صورت سے تلف اور عدیم الوجود ہوگئیں ہیں، ان سے نکیرین کا سوال کس مقام پر ہوگا؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے سات مقدمات لکھ کر فرمایا۔ جب یہ ساتوں مقدمات طے ہو چکے تو سمجھنا چاہئے۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح باقی رہتی ہے۔ بحکم مقدمہ اولیٰ اور مقام اس کا برزخ ہوتا ہے۔ بحکم مقدمہ ثانیہ اور اسی کی مناسب اس کے لئے ہر زمین ہوتی ہے۔ بحکم مقدمہ ثالثہ اسی جگہ اس کو عذاب وضغطہ ہوتا رہتا ہے۔ خواہ جسد کہیں ہو اور درندوں نے کھالیا ہو یا سوختہ ہو کر متفرق ہو گیا ہو۔ البتہ اجزاء جسد کے ساتھ اس کا کچھ تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے اجزاء میں بھی اس حیات قدر باقی رہی جس سے عذاب وثواب کا اثر جسد پر بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ اخبار کثیرہ سے ثابت ہوا کہ بعض اہل قبور کا عذاب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی بنا وہی تابعیت ہے۔ بحکم مقدمہ رابعہ (یعنی قبر اور برزخ میں روح اصل اور جسد عنصری اس کا تابع ہوتا ہے) جب یہ سب امور ممکن ہیں اور مخبر صادق نے وقوع کی خبر دی تو ایمان لانا فرض اور اس سے بچاؤ کہ فکر ضروری۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۷)

۷...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حیات قبر و برزخ کے متعلق مختلف حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس سے صاف معلوم ہوا کہ یوم بعث تک روح مومن کا مستقر شجر جنت ہے۔ پس یہ صریح ہے۔ اس میں کہ اعادہ روح الی الارض منافی اس قرار جنت کے نہیں ہے یا تو اس طرح کہ اوّل یہ اعادہ ہوتا ہے۔ پھر سوال نکرین بعد ''عروج الی السماء'' ہوتا ہو اور یا اس طرح کہ یہ اعادہ اور قرار فی الجنۃ مختلف حیثیتوں سے ایک وقت میں مجتمع ہو جاتے ہوں۔ یعنی اصل قرار تو جنت میں ہو اور قبر میں اصل قرار نہ ہو۔ کچھ تعلق جسد سے ہو خواہ وہ جسد اصلی حالت پر ہو یا مستحیل ہو گیا ہو اور یہ تعلق صرف اتنا ہوگا، جس سے ادراک نعیم والم کا ہو سکے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۱۸)

۸...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات سے صاف طور سے یہ عیاں ہے کہ پس مرگ عقاب یا ثواب کا ترتب صرف روح پر ہوتا ہے۔ حالانکہ عقاب وثواب جسمانی ہونے پر آیات قرانیہ وصریح احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ اندریں صورت امام صاحب علیہ الرحمۃ کے معقولات اور نصوص معروضہ میں تعارض واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے قلب پر غایت درجہ انقباض رہتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ ''امام غزالی نے احیاء العلوم میں عذاب قبر کو اقرب الی الاذہان کرنے کے لئے عالم خواب کی مثال دی ہے کہ جس طرح خواب دیکھنے والا خواب میں بہت کچھ دیکھتا ہے، لیکن اس پر بیٹھنے والا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ اس طرح عالم قبر وبرزخ میں مردے کے ساتھ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن دنیا والے اس کو محسوس نہیں کرتے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مثال دے کر ثابت کیا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں پر ہوتا ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ امام موصوف کی دیگر عبارات کا مطلب بھی اسی کے مطابق سمجھا جائے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان عبارات احیاء العلوم سے تصریحاً ثابت ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح جمہور اہل اسلام اور تصریحاً اس طریق کو اظہر اور اصح اور اسلم بتارہے ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۵، ۴۶۶)

قارئین کرام! ان کے علاوہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **التکشف** ص ۵۵، **المصالح العقلیہ** حصہ سوم ص ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۱۶، ۳۱۷ میں بعد از موت روح اور جسد کی جزا اور سزا کو بیان فرمایا ہے اور دونوں کے مابین تعلق کو بھی تسلیم کیا ہے۔

۹...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مرد کہ گزرے کسی ایسے شخص کی قبر پر جیسے وہ دنیا میں پہچانتا ہو، پھر اس پر سلام کرے مگر بات یہ ہے کہ وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔ (گو اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا) (بہشتی زیور حصہ گیارھواں الملقب بہشتی گوہر ص ۱۴۰)

قارئین کرام! یہ ہے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر شریف کے قائل ہیں اور روح اور جسد عنصری کے تعلق کے بھی قائل ہیں اور روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام بلا واسطہ سننے کے قائل ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام کے بذریعہ ملائکہ پہنچائے جانے کے قائل ہیں اور عذاب قبر کی صحیح صورت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق بھی مانتے ہیں۔ خواہ وہ ذرہ ذرہ ہو جائے اور اسی تعلق کی وجہ سے روح اور جسد کی جزا اور سزا رنج والم اور راحت کے بھی قائل ہیں۔ حتیٰ کہ عام موتی کے سلام سننے کے بھی قائل ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی عبارت پیش کر کے اس سے ایسا مطلب نکالتا ہے جو ان تصریحات کے برخلاف ہے تو وہ مفتری کذاب اور دھوکہ باز ہے۔ عوام الناس میں مغالطہ آمیزی پھیلاتا ہے اور تلبیسات کے ذریعے اکابر کے دامن کو آلودہ کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنے طرز عمل سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایذا پہنچانے والا ہے تو معلوم ہوا کہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ حیات قبر کے متعلق ہمارے اکابر کی قطعاً دو رائیں نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام کی طرح ایک رائے ہے جو اوپر مذکور ہو چکی۔ یہاں پر چند شبہات کا ازالہ ضروری ہے تاکہ موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہے۔

ازالہ شبہ اوّل: حضرت کی تحریروں میں یہ بات موجود ہے کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے یہ شبہ ہوا کہ حضرت مردے کے مدفن کو قبر نہیں سمجھتے بلکہ قبر اس کے علاوہ کسی دوسرے مقام کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے۔ کیونکہ حضرت کی متعدد تصریحات گزر چکی ہیں کہ قبر میں مدفون جسد خواہ کسی حالت میں ہو، اس کے ساتھ روح کا تو تعلق رہتا ہے، جس کی وجہ سے مردہ رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا ایسی تصریحات کے پیش نظر کہا جائے گا کہ حضرت قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ بعض مردے ایسے ہوتے ہیں، جن کو زمین کا مدفن نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت بتانا چاہتے ہیں کہ قبر صرف اس زمینی گڑھے کا نام نہیں بلکہ قبر سے مراد برزخ ہے اور برزخ موت سے لے کر قیامت کے وقت کو کہتے ہیں اور یہ برزخ قبر سمیت مردے کے ہر مقام کو شامل ہے۔ خواہ مردہ کہیں ہو جس حالت میں ہو قبر و برزخ میں تضاد و تنافی نہیں ہے بلکہ قبر مردے کے لئے ظرف مکاں اور برزخ اس کے لئے ظرف زماں ہے اور یہ دونوں باتیں بیک وقت راست آتی ہیں۔ جیسے زید رات میں ہے اور مسجد میں ہے۔ لہٰذا یہ بات اسی طرح درست ہے کہ مردہ قبر میں ہے اور برزخ میں ہے۔ حضرت قبر کے مفہوم میں وسعت دے کر مردے کے ہر مقام کو قبر میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا یہ شبہ نہ رہا، اطمینان قلب کے لئے ''امداد الفتاویٰ'' کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مردے کے ٹھکانے اور مستقر کو قبر کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں: (میت) کے حرق سے انعدام نہیں ہوتا، استحالہ ہوتا ہے۔ پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء جہاں ہیں، وہی ان کی قبر ہے۔ حقیقت قبر کی محل وجود میت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۷)

ازالہ شبہ دوم: مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ موت کے بعد روح کے لئے جسد مثالی کے قائل ہیں۔ جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ حضرت روح کا جسد عنصری سے تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کہ جسد عنصری جل کر راکھ ہو جائے یا کسی اور وجہ سے منتشر ہو جائے تو اس کو انعدام میت نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ میت کا استحالہ ہے۔ لہٰذا جسد کے اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے میت رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تعلق کی تصریح فرماتے ہیں تو مثالی کے قائل ہونے کی وجہ سے جسد عنصری کے تعلق کی نفی سمجھنا کوتاہ فہمی ہے جو جل جائے راکھ ہو جائے اور اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں وہ جسد عنصری ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بہت سے علماء اہل السنت والجماعت اور صوفیاء محققین جسد مثالی کے قائل ہیں اور ساتھ جسد عنصری کے تعلق کو بھی مانتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ اہل السنت والجماعت میں سے ہیں اور ہمارے اکابر ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی میں سے ہیں۔ ہمارا اختلاف ان لوگوں سے ہے جو جسد مثالی تجویز کرتے ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صوفیاء کرام کا جسد مثالی اور ہے اور منکرین حیات کا جسد مثالی اور ہے۔ تحقیق مزید کے لئے تسکین الصدور، مقام حیات اور الحیات بعد الوفات یعنی ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ فرمائیں۔

(۵) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ علمی دنیا میں شیخ الاسلام اور شیخ العرب والعجم کے پرعظمت ناموں سے مشہور و معروف ہیں، میرے شیخ المشائخ ہیں۔ کیونکہ وہ میرے بہت سے اساتذہ کرام کے استاد ہیں اور بندہ عاجز کی سند حدیث میں دوسرے نمبر پر انہی کا نام گرامی ہے۔ اس مناسبت سے مجھے ان کے عقیدہ لکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔

آج بحمد اللہ! اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی بھی توفیق بخشے اور اس کارِ خیر میں خلوص عطاء فرمائے۔ اس سلسلہ میں جو رکاوٹیں درپیش ہیں، ان سب کو دور فرمائے اور بندہ عاجز کو اس عظیم مقصد میں کامیاب فرمائے، تاکہ میں اپنے تمام اکابر کا عقیدہ متعلقہ حیات قبر ضبط تحریر میں لا سکوں۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ، عقیدہ حیات قبر میں وہی موقف رکھتے ہیں جو دوسرے تمام علمائے اہل السنت والجماعت دیو بند کا ہے۔ حضرت کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... علمائے دیو بند درحقیقت اہل السنت والجماعت کے صحیح جانشین اور سچے ترجمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو دین اسلام کے تمام شعبہ جات کی خدمت، حفاظت اور تبلیغ کے لئے عصر ہذا میں منتخب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ دین حق کی محنت کا کوئی ایسا میدان نہیں ہے، جس میں یہ لوگ محنت کر کے اور مشقت اٹھا کر نمایاں کردار ادا نہ کر رہے ہوں۔ ”اللھم تقبل سعیھم ونور قبورھم وکثر سوادھم واحشرنی فی زمرتھم یوم البعث والنشور آمین یارب العالمین ثم آمین“

لیکن بدقسمتی سے بریلویہ کے امام احمد رضا خان صاحب نے ہمارے اکابر کی خدمات اور مساعی کو برداشت نہ کرتے ہوئے ان کو بدنام کرنے کی غرض سے ان کو وہابی کے نام سے موسوم کر دیا اور سادہ عوام کو یہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کی کہ ان کے عقائد ونظریات محمد بن عبدالوہاب نجدی والے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی وہابی ہیں اور پھر اپنے اس غلط اور جھوٹے پروپیگنڈہ میں اس دور کے علمائے حرمین شریفین کو بھی ملوث کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تاکہ اس کے اس مکروہ پروپیگنڈہ میں قوت آجائے اور احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ایک رسالہ بنام حسام الحرمین تحریر کر کے اپنے اس پروپیگنڈہ کو خوب ہوا دی۔ حالانکہ اکابر علمائے دیو بند تو پکے سچے اور کھرے اہل السنت والجماعت ہیں۔ جب کہ محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار بہت سے نظریات میں اہل السنت سے کٹ چکے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے اور علمائے دیو بند اور فرقہ وہابیہ یعنی محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں میں فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بہرحال اکابر علماء دیو بند کو بھی وراثت نبوی میں سے عظیم الشان حصہ ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ مل کر رہا اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اوّلاً ان کو اس رسالہ (حسام الحرمین) میں وہابی کہا گیا۔ حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے فرقہ سے ان حضرات (علمائے دیو بند) کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ وہ عقائد واقوال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز ”بین اھل السنۃ وبینھم“ ہیں، ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ اور یہ حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ”آب حیات“ نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا۔ نیز ”ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم“ اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔“ (نقش حیات ص ۱۲۲)

۲...... شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہ صرف

وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ﷺ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے تا کہ ''لاتعملہ الازیارتی'' والی روایت پر عمل ہو جائے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۲۰)

۳...... شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ابوداؤد کی روایت میں ''ردّ اللہ علیٰ روحی'' فرمایا گیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''ما من مسلم یسلّم علیّ الا ردّ اللہ علیٰ روحی حتی اسلّم علیہ او کمال قال'' اگر لفظ الیٰ روحی فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہوسکتا ہے۔ الیٰ اور علیٰ کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ علیٰ استعلا کے لئے ہے اور الیٰ نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت علیہ السلام مدارج قرب ومعرفت میں ہروقت ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے توجہ الیٰ اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کردیتا ہے۔ چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔ اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی کہ خود سرور کائنات ﷺ کو استغراق سے منقطع کر کے درود والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ اس کے لئے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو کہ آپ سمجھتے ہیں اور علیٰ اور الیٰ میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوام حیات آئے گا۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۶۶)

۴...... حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''آب حیات'' ص ۱۴۳ میں اس پر طویل بحث کی ہے جو کہ دقت مضمون اور طول کی وجہ سے اس وقت نقل نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس کے خلاصہ کو نقل کرتا ہوں۔ خلاصہ وہی نقل فرمایا ہے جو کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں نقل ہو چکا ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۹)

۵...... حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ملائکہ سیاحین کی روایت فقط ابن حبان ہی کہ نہیں صحاح میں بھی متعدد طرق سے موجود ہے۔ ''القول البدیع فی صلوۃ علی الحبیب الشفیع (ﷺ)'' مصنفہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ میں روایت قوی نقل کی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح پر ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روح پرفتوح کی موج نے تمام متصل مکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔ انتہیٰ مختصراً بالمعنیٰ!''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعث جواب ودعا بنتا ہے اور اگر امکنہ بعیدہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ سیاحین جو کہ اس خدمت کے لئے متعین ہیں پہنچاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۳۰)

۶...... مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بارگاہ نبوت سے استفادہ کرنا سوئے ادب کیوں ہوگا؟ بارگاہ میں حاضر ہو کر بعد ادائے صیغ صلوٰۃ وسلام مذکورہ درود شریف کی کثرت بہ صیغہ خطاب زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات الہیہ میں مشغول رہیں جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں، وہ پہنچیں گے۔ اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں ہے۔ حاضری روضہ مبارک کے وقت میں آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والے جاننے والے غایت جلال وجمال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جاوے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ کیا جاوے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۱۱)

۷...... نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو احاد امت کو ثابت ہے۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں۔ مگر باعلاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں وہ دربارہ حیات نبوی ﷺ سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل اور تصانیف میں لکھا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ ان اکابر (علمائے دیوبند) کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے۔ اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی ﷺ کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل السنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طویل طویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً اجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں۔ اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں، جس کا جی چاہے آب حیات وہدایۃ الشیعہ واجوبہ اربعین ولطائف قاسمیہ وزبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے۔ یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ (محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں) نے علمائے حرمین کی مخالفت کی اور بار بار جدال ونزاع کی نوبت آئی، اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتاب لاہور)

(۶) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے ایک عظیم اور نامور فرزند گزرے ہیں، جنہوں نے قرآن وحدیث کی ایسی گراں مایہ خدمات سرانجام دی ہیں، جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے بہترین صلہ عطاء فرمائے۔ ان کی قبر کو منور فرمائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات حیات قبر کے متعلق بالکل اکابر علمائے دیوبند والے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبور مبارکہ میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری زندہ مانتے ہیں اور عند القبر الشریف سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے بھی

قائل ہیں۔عام موتی کے بھی سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اور عذاب قبر کی صحیح صورت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

۱...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الانبیاء اور سماع الانبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی مندرجہ ذیل حدیثوں کو یکجا جمع فرمایا۔ پھر ان کے راویوں کی توثیق فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون بحواله حیات الانبیاء للبیهقی و مسند ابی یعلی '' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔واضح رہے کہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ایک ایک راوی کا نام لے کر اس کی ثقاہت بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۲: ''مررت بموسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ... بحواله صحیح مسلم '' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج والی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے ہوا جو کہ سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس ہے وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۳: ''وصلّوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم بحواله ابو داود سنده صحیح'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پڑھو مجھ پر درود تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴: ''واخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید من صلّی علیّ عند قبری سمعته و من صلّی علیّ نائیا بلغته بحواله کتاب الثواب لابی الشیخ '' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ سے دور سے پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ ملائکہ) پہنچا دیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۵: ''فاکثروا فیه علیّ من الصلوٰۃ فان صلوٰتکم معروضة علیّ قالوا یا رسول اللہ کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بحواله ابی داود نسائی و ابن خزیمة مع التصحیح '' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔(یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

حدیث نمبر ۶: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ رفعه مامن احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیه السلام رواته ثقات بحواله ابو داود '' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری توجہ مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ دارالعلوم کراچی)

قارئین کرام! حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا چھ احادیث مع توثیق نقل کر کے اپنے عقیدے کی وضاحت فرمادی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسی مدینہ منورہ والی قبر شریف میں بہ تعلق روح زندہ ہیں۔ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور قریب والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص رواۃ کی بحث چھیڑ کر حیات الانبیاء پر دلالت کرنے والی احادیث کی تضعیف یا تغلیط کرتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور عقیدہ پر قائم نہیں ہے۔ کیونکہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جن حدیثوں کی توثیق فرماتے ہیں وہ ان کی تغلیط اور تردید کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شخص علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سادہ لوح طلبہ اور عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو اپنا ہم خیال کہتا ہے۔ اسی شخص کے عقیدے کی تردید کرتا ہے اور بندہ عاجز کا مقصد بھی یہی بتانا ہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ کا اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

۲...... ''والانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلامانع ان یحجوا فی ھذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس رضی اللہ عنہ'' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور کوئی مانع نہیں کہ وہ اس حالت میں حج ادا کریں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۹۱)

۳...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ودلت النصوص الصحیحة علی حیات الانبیاء علیہم السلام'' نصوص صحیحہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۷۳)

۴...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ان الانبیاء افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم فکذلک الانبیاء'' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۸۷)

(تنبیہ) زائغین فرقے ''عند ربھم'' کے لفظ سے دھوکہ کھاتے اور دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں، لہٰذا قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔

یہ خالص مغالطہ اور خطرناک چال ہے۔ کیونکہ ''عند ربھم'' کہنے سے نہ قبر کی زندگی کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہمارے نزدیک اس سے حیات کی نفی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' یہ مطلب لینا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام سچا دین ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے تو یہ جہالت اور حماقت ہوگی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔ ''وکان عند اللہ وجیھا'' تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عند ربھم سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی۔

۵...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مع کونه فی قبره الشریف یصلی'' یعنی آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۱۳)

۶...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ یعنی اونچا نہ بولے۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۸۴)

فتح الملہم میں ہے: ''استدل العلماء بالآیة علی المنع من رفع الصوت عند قبرہ الشریف ﷺ وعند قراۃ حدیثه ﷺ لان حرمته میتا کحرمته حیا'' آیت بالا سے علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اونچی آواز سے نہیں بولنا چاہئے اور جس وقت آپ ﷺ کی حدیث کی قرأت ہو رہی ہو، اس لئے کہ وفات کے بعد بھی آپ کا احترام ایسے ہی ہے، جیسے وفات سے پہلے تھا۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۸۲)

۷...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا'' اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے، کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ پوچھ دیکھو۔ یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو، (جیسے شب معراج میں ہوئی) (تفسیر عثمانی ج ۶۵۴)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ سے بھی حیات الانبیاء پر استدلال کیا۔ کیونکہ کسی چیز کا پوچھنا سوال کرنا سابقہ انبیاء سے ان کی حیات کی دلیل ہے۔ قارئین کرام! معلوم ہوا کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے قائل نہیں ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبور میں نماز، حج وغیرہ عبادات بھی ادا کرتے ہیں۔ البتہ ان کی عبادت تلذذ اور راحت والی ہوتی ہے نہ کہ تکلیف (مکلف ہونے) والی۔

عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر علمائے اہل السنت کی طرح عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کا تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان یعنی روح اور جسم کا مجموعہ عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں تاکہ صحیح صورتحال آپ کے سامنے آجائے۔

۱...... ''یثبت اللہ الذین امنوا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی حق تعالیٰ توحید وایمان کی باتوں سے (جن کی مضبوطی وپائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی ہے) مومنین کو دنیا وآخرت میں مضبوط وثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا وآخرت کے درمیان برزخ ہے، اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات وحوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۴۳)

۲...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''فلنحیینه حیوۃ طیبة'' پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''بہرحال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہاء اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے: حیاۃ بلا موت وغنی بلا فقر وصحة بلا سقم وملک بلا هلک وسعادۃ بلا شقاو رزقنا اللہ تعالیٰ بفضله ومنه ایاها'' (تفسیر عثمانی ص ۳۶۸)

۳...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''من ورآئهم برزخ'' پر حاشیہ پر لکھتے ہیں: ''یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے، جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں! عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک چکھتا رہے گا۔'' (تفسیر عثمانی ص ۴۶۲)

۴...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''من بعثنا من مرقدنا'' پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''شاید نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان ان پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے گی یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے یا مرقد بمعنی مضجع کے ہو نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے۔'' (تفسیر عثمانی ص۵۹۱)

۵...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''النار یعرضون علیها غدوا و عشیا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''آیت ہذا سے صرف فرعونیوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کو معلوم کرایا گیا کہ جملہ کفار بلکہ عصاۃ مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ منہ) کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ'' (تفسیر عثمانی ص۶۲۸)

۶...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ ''سواء محیاهم ومماتهم'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مرنے کے بعد جو حیات طیبہ مومن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس نصرت اور علو و رفعت کے وعدے دنیا میں اس سے کئے گئے وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔'' (تفسیر عثمانی ص۶۶۴)

۷...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ ''ان کتاب الابرار لفی علیین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ''یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مثلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اوّل وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔'' (تفسیر عثمانی ص۷۸۲)

علامہ عثمانی رحمہ اللہ صاف لفظوں میں تسلیم فرما رہے ہیں کہ ارواح کا تعلق قبروں سے قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے قبر میں ثواب و عقاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانی رحمہ اللہ عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں۔

(انتباہ) علامہ موصوف نے قبر کے لئے ''برزخ'' کا لفظ استعمال فرمایا تا کہ لفظ قبر میں اتنی وسعت پیدا ہو جائے کہ وہ اس ارضی قبر سمیت مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہو جائے۔ تا کہ اس اعتراض کا قلع قمع ہو جائے کہ جس مردہ کو یہ قبر نصیب نہیں ہوئی، کیا وہ عذاب قبر سے بچ نکلے گا؟ تو علمائے اسلام نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ لہٰذا جو مردہ مچھلیوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ جو مردہ خاک و راکھ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور جو پرندوں اور درندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض برزخ کا لفظ اس زمینی قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہوتا ہے اور وہی اس کی قبر ہے۔ لہٰذا برزخ کا لفظ سن کر اس ارضی قبر کی نفی سمجھنا حماقت و جہالت ہے۔ ہمارے کسی اکابر نے لفظ برزخ سے قبر کی نفی نہیں کی اور نہ ہی ہوتی ہے۔ البتہ کج فہم معتزلہ علمائے اسلام کی اس بات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا ارتکاب کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر علامہ عثمانی رحمہ اللہ اس زمینی قبر میں عذاب و ثواب کے قائل نہ ہوتے تو وہ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ روح کا قبر سے ایک گونہ تعلق رہتا ہے۔ لہٰذا علامہ کی کسی عبارت سے یہ مطلب کشید کرنا جس سے تعلق کی نفی ہو یا اس زمینی قبر کی جزا و سزا کا انکار ہو، یہ سب علمی خیانت اور دھوکہ بازی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

عام موتیٰ کے سماع میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا موقف

یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں کہ علامہ نے حدیث: ''من صلّٰی علیّ عندی سمعتہ'' کی سند کو جید کہہ کر

آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کو تو تسلیم کرلیا ہے۔ اب باقی رہے عام موتی تو علامہ عثمانی ان کے بارے میں بھی سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ درج ذیل اقتباس میں غور فرمائیے۔

۱...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ سورۃ روم کی آیت: ''فانک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''مفسرین نے اس موقع پر سماع موتی کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت وارادہ کے بدوں نہیں ہوسکتا۔ مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہوجائے، اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کردیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہوگیا۔ اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کردیا۔ باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اس کی قدرت کا کام ہے۔ ورنہ اس کی مشیت کے بدوں گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: ''فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال: ۱۷)'' یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل اور رمی کی نفی کرکے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح ''انک لا تسمع الموتی'' کا مطلب سمجھو۔ یعنی تم یہ نہیں کرسکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنادو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کرسکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہوجائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے۔ بہرحال آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۴۵)

۲...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اور فرمایا تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو حدیث میں آیا کہ مردوں سے سلام علیک کرو اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۸۳)

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے نزدیک سماع موتی کا مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ دونوں جانب قرآن وحدیث کے نصوص ہیں اور علامہ صاحب نے بطور ایک ضابطہ کے یہ بھی فرمایا کہ نصوص سے جن باتوں کا سننا غیر معمولی طریقہ سے ثابت ہوجائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے اور اس پر قیاس آرائی نہیں کرنی چاہئے، اسی کو سماع فی الجملہ کہتے ہیں۔ علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں۔ لہٰذا علامہ صاحب کی عبارت میں موجود لفظ ''قدرت'' سے نہ خود دھوکہ کھانا چاہئے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دینا چاہئے کہ مردوں کا سننا قدرت ہے قانون نہیں اور اور اس بہانہ سے حضور اکرم ﷺ کے سماع کا انکار کردینا یا جن چیزوں کا سماع احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مثلاً قرع نعال وغیرہ کا انکار کردینا صحیح نہیں ہے۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ تو فرمارہے ہیں کہ جن باتوں کا سماع نصوص سے ثابت ہوجائے اس حد تک سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے فتح الملہم میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ ''الضابطۃ عدم السماع'' یعنی ضابطہ عدم سماع کا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ: ''وفی الباب مستثناۃ کثیرۃ'' یعنی

اس ضابطہ سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا سننا ثابت ہے، وہ سب مستثنیٰ ہیں۔ یہی سماع فی الجملہ کا مطلب ہے۔ اگرچہ بعض دیگر علمائے کرام کے نزدیک یہ ضابطہ خود محل نظر آتا ہے۔ باقی حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا۔

یہ دراصل آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے مابین تطبیق کی ایک صورت ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم قبر و برزخ میں وہاں کے جو حالات انسان پر طاری ہوتے ہیں، وہاں روح اصل اور ظاہر ہوتی ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ اس اصل کی وجہ سے ہر کام کی نسبت روح کی طرف ہوتی ہے اور جسم بالتبع اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قبر کی زندگی کو حیات روحانی اور حیات روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے جسم کی شمولیت اور تعلق کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، بلکہ تعلق کی وجہ سے جسم کارروائی میں شریک ہوتا ہے۔ جیسا کہ حیات دنیا کے حالات جسم پر طاری ہوتے ہیں اور روح بالتبع اس سے متاثر ہوتی ہے۔ جیسے حیات دنیوی کو، حیات جسمانی کہنے سے روح کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حیات قبر کو حیات روح یا روحانی کہنے سے جسم کی نفی نہیں ہوتی تو اس اصلیت کے پیش سماع کی نسبت روح کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ وہاں وہ اصل ہے اور بالتبع جسد بھی شامل حال ہے۔ کیونکہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ خود تسلیم فرما چکے ہیں کہ ارواح کا قبر کے ساتھ ایک گونہ تعلق رہتا ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ روح بہ تعلق جسم سنتی ہے تو اس اقتباس سے سماع موتی کا اثبات ہے نہ کہ نفی۔

محترم قارئین! بندہ عاجز نے علامہ عثمانی رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر تمام اکابر کے مسلک کو نقل کرنے میں پوری پوری دیانت داری سے کام لیا ہے۔ الحمد للہ! قطع و برید کر کے ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا قطعاً ارتکاب نہیں کیا گیا۔ اگر بالفرض بندہ عاجز اپنے اکابر کے مسلک کی ترجمانی میں ناکام رہا ہے تو علمائے اہل حق میری ضرور اصلاح فرمائیں۔ بندہ عاجز فراخ دلی سے قبول کرے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر اہل حق کی راہ مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے اپنی امان میں رکھے۔ صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اتباعہ اجمعین!

(۷) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

چند ناعاقبت اندیش لوگ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی بعض عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا ارتکاب کر کے ان سے اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے سادہ لوح عوام اور طلباء کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ یہ بہتان والزام ہے جس سے مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا دامن پاک وصاف ہے۔ اسی لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مولانا مرحوم کا مسلک اور عقیدہ متعلقہ حیات النبی ﷺ ان کی کتابوں سے واضح کیا جائے تاکہ دھوکہ باز کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر مولانا عثمانی رحمہ اللہ کے عقیدہ کو معلوم کیجئے۔

۱...... مولانا عثمانی رحمہ اللہ احادیث نقل فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابو داود بسند صحیح و ذکرہ ابن قدامۃ من روایۃ احمد بلفظ مامن احد یسلم

علی عند قبری وقد صدر به البیهقی باب زیارۃ قبر النبی ﷺ اعتمد علیه جماعة من الائمة فیها منهم الامام احمد قال السبکی وهو اعتماد صحیح کذافی وفاء الوفا (۲: ۴۰۳)'' حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ میری روح یعنی توجہ مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ابوداؤد، بیہقی، احمد سبکی وغیرہ! (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۴)

حدیث نمبر ۲: ''عن ثابت عن انس ﷜ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلّون رواہ ابویعلی برجال ثقاة ورواہ البیهقی وصححه'' حضرت انس ﷜ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام ﷩ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ بیہقی، ابویعلی، کامل ابن عدی صحیح سند کے ساتھ۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

حدیث نمبر ۳: ''وروی ابن ماجة باسناد جید کما قال المنذری عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة ان احد یصلی علیّ الاعرضت علی صلوٰته حین یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ﷩ فنبی اللہ حی یرزق هذا لفظ ابن ماجة'' حضرت ابوالدرداء ﷜ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کرام ﷩ کے اجسام طیبہ کو کھائے۔ سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے۔ اس کو رزق ملتا ہے۔ (ابن ماجہ، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۴)

حدیث نمبر ۴: ''عن حاطب ﷜ قال قال رسول اللہ ﷺ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ الحدیث رواہ الدار قطنی جود الذهبی انساده کما فی وفا الوفاء'' حضرت حاطب ﷜ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔ گویا کہ میری حیات میں زیارت کی۔ (دارقطنی، وفاء الوفاء، اعلاء السنن ج ۱۰، ۵۰۰)

حدیث نمبر ۵: ''عن ابی هریرة ﷜ بلفظ من صلّی علیّ عند قبری سمعته ومن صلّی علیّ نائیا بلغته۔ وفیه محمد بن مروان السدی الصغیر وهو ضعیف وروی نحوه الخلال من طریق البحتری وهو ضعیف جدا عن عبید اللہ بن عمر ﷜۔ وتعدد الطرق یفید القوة'' حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ فرشتوں کے) بتلا دیا جاتا ہے۔ (بحوالہ جماعت محدثین، تعدد طرق کی وجہ سے قوی ہے) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

حدیث نمبر ۶: ''روی احمد بسند حسن عن داود بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم: انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ ﷺ'' داؤد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ ایک دن مروان آیا اور ایک شخص یعنی حضرت

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر بوجہ فرط محبت اپنا منہ رکھے ہوئے تھے تو مروان نے اس کی گردن کو پکڑا۔ پھر کہا کہ تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں تو حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ (احمد، طبرانی، وفاء الوفاء سند حسن کے ساتھ) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۷)

حدیث نمبر ۷: ''ابو حنیفة عن نافع عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول۔ السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔ اخرجه الحافظ طلحه بن محمد فی مسند ابی حنیفة'' سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب سے آئے اور پیٹھ کو قبلہ کی طرف اور منہ کو قبر شریف کی طرف کر دے اور پھر تو یوں سلام عرض کرے۔ ''السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۹)

قارئین کرام! یہ وہ چند حدیثیں ہیں جن کی توثیق فرما کر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مدینہ منورہ والی قبر شریف میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے اور قریب سے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی طرف رخ کر کے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر سلام پیش کیا جائے۔

انتباہ ضروری: حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو صحیح، حسن اور قوی قرار دیا ہے اور جو شخص ان احادیث کو ضعیف، موضوع اور ناقابل قبول قرار دیتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت عثمانی رحمہ اللہ کے مسلک پر نہیں ہے بلکہ ان کے مسلک کا مخالف ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو حضرت عثمانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم مسلک کہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور جو ایسا کر رہا ہے وہ دھوکہ باز اور جعل ساز ہے اور ایسے دھوکہ باز لوگوں سے بچ کر رہنا حفاظت ایمان کے لئے از حد ضروری ہے۔

۲...... حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو مستحب ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''احتج القائلون بانها مندوبة بقوله تعالیٰ ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول ووجه الاستدلال بها انه ﷺ حی فی قبره بعد موته کما فی حدیث۔ الانبیاء احیاء فی قبورهم وقد صححه البیهقی الف فی ذالک جزا۔ قال الاستاذ ابومنصور البغدادی قال المتکلمون المحققون بین اصحابنا ان نبینا حی بعد وفاته انتهی۔ وقد صح عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ انه قال لمن انکر علیه وضع وجهه علی القبر انما جئت رسول الله ﷺ ولم آت اللبن او الحجر کما سیاتی فثبت ان حکم الآیة باق بعد وفاته ﷺ فینبغی لمن ظلم نفسه ان یزور قبره ویستغفر الله عنده فیستغفر له الرسول'' جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم'' سے استدلال کیا ہے اور اس آیت سے ان کا طرز استدلال یوں ہے کہ حضور اکرم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہیں اور بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا اور اس موضوع پر ایک رسالہ تالیف کیا۔ استاذ ابومنصور بغدادی نے فرمایا کہ ہمارے متکلمین محققین اصحاب

نے فرمایا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ جب انہوں نے فرط محبت میں آ کر آپ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا منہ رکھ دیا تو جس شخص نے ان پر نکیر کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔ اینٹ یا پتھر کے پاس نہیں آیا۔ جیسا کہ عنقریب آرہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ثابت اور باقی ہے تو مناسب ہے کہ جو شخص اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے وہ آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرے۔ اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور حضور اکرم ﷺ بھی اس کے لئے استغفار کریں تا کہ گناہ معاف ہو جائے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۸)

قارئین کرام! مولانا عثمانی رحمہ اللہ کتنے صاف اور واضح لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حکم اب بھی باقی ہے اور جو شخص اپنی جان پر ظلم کرے وہ آپ ﷺ کے مزار اطہر پر آئے خود بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں درخواست کرے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میرے لئے دعا واستغفار کریں۔ جب وہ خود بھی استغفار کرے گا اور حضور اکرم ﷺ بھی اس کے لئے دعا واستغفار فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو غفور ورحیم پائے گا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات ہیں۔ زائرین کا سلام وکلام سماعت فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ سے استغفار کی درخواست بھی کی جاسکتی ہے۔

۳...... علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ولا شک فی حیاته ﷺ بعد وفاته وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم حیاة اکمل من حیات الشهداء التی اخبر الله تعالٰی فی کتابه العزیز ونبینا ﷺ سید الانبیاء وسید الشهداء واعمال الشهداء فی میزانه فقد قال ﷺ علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی رواه الحافظ المنذری'' حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات میں کوئی شک نہیں ہے اور اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کرام کی اس زندگی سے زیادہ کامل ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خبر دی ہے اور ہمارے نبی اکرم ﷺ اور سید الانبیاء اور سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وفات کے بعد میرا علم ایسا ہے۔ جیسا کہ میری دنیوی زندگی میں ہے۔ (حافظ منذری) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

۴...... مولانا عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''واذا کان من جاء قبره کمن جاء رسول الله ﷺ فای مومن یرضی نفسه بان لا یجئی رسول الله ﷺ وهو یقدر علی ذالک ولو ببذل النفس والروح ومن الذی یمنع من شد الرحال لاجل ذلک وهو یعلم ان رسول الله ﷺ حی فی قبره وما جاء قبره فقد جاء رسول الله ﷺ وانما ینکر ذالک من ینکر حیاته ﷺ فی قبره'' جب یہ بات ہے کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر آیا وہ ایسا ہے جیسا خود حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تو کون مومن ایسا ہے کہ اس کا دل یہ پسند کرے کہ باوجود قدرت کے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس نہ آئے۔ اگرچہ اس کے لئے روح اور جسم کی قربانی دینی پڑے اور وہ کون ہے جو اس کام کے لئے شد رحال سے منع کرے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کی قبر شریف پر آیا وہ آپ ﷺ کے پاس آیا یقیناً اس کا انکار وہی کرتا ہے جو آپ ﷺ کی حیات کا منکر ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۶)

۵...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اعلم ان زیارة قبره الشریف من اعظم الآیات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلیٰ الدرجات قال القسطلانی فی المواهب ومن اعتقد غیر هذا انخلع ربقة

الاسلام وخالف الله ورسوله وجماعة العلماء الاعلام وقد اطلق بعض المالكية وهو ابو عمران الفارسی كما ذكره في المدخل عن تهذيب الطالب بعد الحق انها واجبة قال ولعله اراد وجوب السنن المؤكدة وقال القاضي انما سنة من سنن المسلمين مجمع عليها وفضيلة مرغب فيها'' اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت بہت بڑی آیات اور پر امید عبارات میں سے ہے اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ قسطلانی ﷫ نے ''مواہب'' میں کہا اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اسلام کی رسی سے جدا ہو گیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علماء اعلام کی مخالفت کی اور بعض مالکیہ نے اس پر واجب کا اطلاق بھی کیا اور وہ ابو عمران فارسی ہے۔ جیسا کہ عبد الخالق کی ''تہذیب الطالب'' کے حوالہ سے ''المدخل'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شاید وجوب سے مراد سنن موکدہ والا وجوب ہے اور قاضی نے کہا۔ بے شک وہ مسلمانوں کی سنتوں میں سنت ہے۔ جس پر اجماع کیا گیا ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۵)

۶...... مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ لکھتے ہیں: ''واعلم انه ﷺ عالم بحضورك وقيامك وزيارتك وانه يبلغه سلامك وصلوتك (بل يسمعه ويرد السلام عليك) فمثل صورته الكريمة في خيالك واخطر عظيم رتبك في قبلك ثم يسلم الزائر ولا يرفع صوته ولا يخفيه بل يقتصد فيقول السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا نبي الله السلام عليك يا خيرة الله، السلام عليك يا حبيب الله'' امام غزالی ﷫ نے احیاء علوم الدین میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ تیری حاضری تیرے قیام اور تیری زیارت کو جاننے والے ہیں اور تیرا صلوٰۃ و سلام آپ ﷺ تک پہنچ رہا ہے بلکہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور تجھے جواب بھی عنایت فرماتے ہیں تو آپ ﷺ کی تصویر با کرامت کو اپنے خیال میں بٹھائے اور آپ ﷺ کے عظیم الشان مرتبے کو دل میں جگہ دے۔ پھر زائر سلام کرے اور اپنی آواز کو زیادہ بلند نہ کرے اور نہ بالکل آہستہ کرے بلکہ میانہ روی اختیار کرے اور کہے۔ اے اللہ کے برگزیدہ آپ پر سلام۔ اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۹)

۷...... مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ نے اپنی کتاب اعلاء السنن میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: ''باب الاضحية عن الميت'' اور پھر اس کے تحت حضرت علی ﷛ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ لیکن اس پر مولانا نے خود اشکال پیش کیا اور خود ہی جواب دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فان قلت ان النبي ﷺ حي في قبره فيكون التضحية عن الحي دون الميت قلنا فتلك حياة اخرىٰ لا من جنس الحياة الدنيوية فهو ميت باعتبار هذه الحياة الدنيوية حي بتلك الحيوة البرزخية المغايرة لهذا الحيوة'' اگر تو سوال کرے کہ حضور اکرم ﷺ تو اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ لہٰذا یہ قربانی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی زندہ کی طرف سے ہو گی نہ کہ میت کی طرف سے؟ حالانکہ ثابت تو یہ کرنا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ آپ ﷺ کی یہ حیات قبر اور قسم کی حیات ہے جو حیات دنیوی کی قسم سے نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ اس حیات دنیوی کی اعتبار سے میت اور اس حیات برزخیہ کے اعتبار سے زندہ ہیں جو کہ اس حیات دنیویہ سے مختلف ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۶۸)

محترم قارئین کرام! بندہ عاجز نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کی کتاب کے سات اقتباس پیش کئے ہیں۔ اگرچہ مواد اور بھی ہے لیکن بندہ نے انہی پر اکتفاء کیا۔ ان سب اقتباسات میں مولانا نے واشگاف الفاظ میں

فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ والی قبر شریف میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں جس نے قبر شریف کی زیارت کی گویا اس نے خود رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ زائرین کو وہ تمام آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں جو آپ کی حیات دنیوی میں ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ آپ ﷺ زائرین کے سلام کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ دور سے پڑھا ہوا درود و سلام آپ تک پہنچا دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیت: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم'' کا حکم بعد الوفات بھی باقی ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والا شخص اب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں استشفاع کی درخواست کر سکتا ہے جو شخص ان چیزوں کا انکار کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی حیات قبر کا منکر ہے اور جو شخص روضہ اقدس کی زیارت باسعادت سے منع کرتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علماء اعلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔

مولانا عثمانی ﷫ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ باعتبار حیات دنیوی کے میت اور باعتبار عالم برزخ کے زندہ ہیں۔ لیکن مولانا کی اس بات کا ایسا مطلب لینا جس سے باقی تمام باتوں پر پانی پھر جائے۔ سب کا انکار لازم آئے اور حیات قبر کی روح اور جسم کے تعلق کی۔ آپ ﷺ کے سلام سننے اور جواب دینے کے مترادف ہے اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کی بدترین مثال ہے اور بہت بڑی خطرناک چال اگر اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو عالم قبر میں بتلا دیں کہ آپ کی بات کا ایسا مطلب لیا گیا ہے جو خود آپ کے عقائد کے خلاف ہے تو یقیناً مولانا کی روح کانپ اٹھے گی اور نامعلوم ایسے چالبازوں کے خلاف مولانا کے منہ سے کیا کیا بددعائیں نکلیں گی۔ لہٰذا دیانت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مولانا کی اس بات کا ایسا مطلب لیا جائے جو ان کے عقائد و نظریات کے متصادم ہونے کی بجائے مطابق اور موافق ہو تو اب مولانا مرحوم کی بات کا مطلب مولانا کے عقائد و نظریات کی روشنی میں یہ ہے کہ چونکہ آپ ﷺ پر موت والا قانون پورا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے آپ کی تجہیز، تکفین، نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ ''لا شک فیہ و لا ریب'' تو وقوع موت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف ''مات یموت'' کی نسبت بھی درست ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس پر لفظ میت کا اطلاق بھی درست ہے۔ چنانچہ شہداء کرام جن کی حیات قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ ان پر میت کا اطلاق درست ہے اور ''مات یموت'' کی نسبت بھی ٹھیک ہے۔ مثلاً آپ ''مات عمر ﷛ وقتل عثمان ﷛'' کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ اطلاق میت سے نہ تو حیات قبر و برزخ کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی سماع عند القبر کی نفی ہوتی ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ قبر و برزخ کی زندگی بالکل حیات دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ بہت سے امور میں۔ تغائر بھی ہے۔ مثلاً:

۱...... حیات دنیا میں روح کا جسم کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس سے بدن میں نشو و نما ہوتی ہے۔ لیکن قبر و برزخ کے تعلق میں نشو و نما نہیں ہوتا۔

۲...... حیات دنیا میں روح بدن کے اندر تدبیر کرتی ہے اور روح بدن کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب کہ قبر و برزخ کے تعلق میں ایسا نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ!

۳...... حیات قبر و برزخ ''ولکن لا تشعرون'' کے درجہ میں ہیں۔

بہر حال ایہ حقیقت ہے کہ حیات قبر روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ دنیا والا جسد قبر کی جزا و سزا میں شامل ہوتا ہے جو علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات قبر دنیوی ہے۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ اس حیات میں

دنیا والا جسم شامل ہے اور جو علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات قبر دنیوی نہیں ہے بلکہ برزخی ہے تو ان کا مطلب یہ ہے کہ بالکل حیات دنیا کی طرح نہیں ہے کہ اس کے سارے لوازمات پائے جائیں۔

بہر حال! آپ ﷺ کی حیات کی جو بھی تعبیر کی جائے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دنیا والا جسد حیات میں حصہ دار اور حیات کا سزاوار ہے۔ آج تک اس کی کسی نے نفی نہیں کی بلکہ سب نے اتفاق کیا ہے۔ یہ ہے اطلاق میت کا مطلب اور عصر ہذا کے معتزلہ اس اطلاق سے جو نتائج اخذ کرتے ہیں۔ مثلاً تعلق وغیرہ کی نفی کرتے ہیں۔ وہ سب فریب وفراڈ، دھوکہ اور چال بازی ہے اور جن اکابر کی طرف اس قسم کی باتوں کی وجہ سے عدم تعلق کی نسبت کرتے ہیں، وہ سب بہتان والزام ہے۔ آج تک کسی عالم دین نے اطلاق میت سے عدم تعلق کا عقیدہ نہیں نکالا۔ بلکہ اطلاق میت کے قائلین سب کے سب بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حیات قبر کے قائل ہیں۔ نامعلوم کب تک یہ دغاباز فرقہ ہمارے اکابر کو اس قسم کے ظلم وزیادتی کا تختہ مشق بنائے رکھے گا اور کب تک سادہ لوح طلباء اور سادہ مزاج عوام ان کے دام تزویر میں پھنستے رہیں گے۔

باقی مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر کو ''برزخ'' کہنا، اس سے مقصد قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے۔ تاکہ قبر کا مفہوم اتنا وسیع ہو جائے کہ وہ اس ارضی قبر سمیت مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل اور حاوی ہو جائے۔ برزخ کے لفظ سے اس زمین والی قبر کی نفی کرنا یا سمجھنا حماقت وجہالت سے کم نہیں ہے۔ ہمارے کسی بزرگ نے برزخ کے لفظ سے ارضی قبر کی نفی نہیں کی جو ایسا کہتا ہے وہ مفتری ہے۔ ہمارے اکابر پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ بوقت سوال نکیرین اس قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ پھر قیامت تک روح کا جسم سے تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسد عنصری دونوں عذاب وثواب کو محسوس کرتے ہیں۔ البتہ قبر کی یہ ساری کارروائی غیب کی چیز ہے جسے بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی لئے تو قبر کو ''برزخ'' کہا جاتا ہے اور برزخ بمعنی پردہ کے ہیں۔ قبر کی یہ کارروائی پس پردہ ہوتی ہے۔ اسی لئے عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ چاہے مردہ انسان سامنے کیوں نہ پڑا ہو۔ یہ بھی علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قبر وبرزخ کے اس تعلق کی حقیقت اور کنہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ حیات قبر کو معلوم کیجئے۔

۱...... علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تلقین میت کی بحث میں حدیث: ''لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار: ''وان فعل ینھی عنه مانعة وقد اطال فی الفتح فی تائید حمل موتاکم فی الحدیث (وھو لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ) علی حقیقة لکن قال فی شرح المنية ان الجمھور العلماء علی ان المراد منه مجازة وفی المعراج عن انجباریه والکافی ان ھذا قول المعتزله لان الاحیاء بعد الموت مستحیل عندھم اما عند اھل السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم محمول علی حقیقة لان اللہ تعالٰی یحییه علی ما جائت به الآثار فذکر الاثر الذی ذکرناہ انفاً ثم قال قال فی شرح المنية وانما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع فان المیت لیستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار

''(ردالمحتار ج ۱: ص ۸۹۰) ردالمحتار میں درمختار کے اس قول کے تحت کہ اگر بعد از دفن مردہ کو تلقین کی جائے تو اس سے نہ روکا جائے۔لکھا ہے کہ فتح القدیر میں لمبی بحث کرکے اس بات کی تائید کی ہے کہ حدیث:''لقنوا موتاکم'' اپنی حقیقت پر محمول ہے۔لیکن منیۃ المصلی کی شرح میں لکھا ہے کہ تحقیق جمہور اس پر ہیں کہ حدیث مذکورہ میں مجازی معنی مراد ہے۔یعنی''موتاکم'' کا معنی قریب المرگ کا ہے اور معراج میں انجبار یہ اور کافی سے منقول ہے کہ یہ معتزلہ کا قول ہے۔اس لئے کہ موت کے بعد (قبر میں زندہ کرنا) ان کے نزدیک محال ہے۔لیکن اہل سنت کے نزدیک حدیث:''لقنوا موتاکم'' حقیقت پر محمول ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں مردہ کو زندہ کرتا ہے۔جیسا کہ احادیث وآثار میں آیا ہے کہ یقیناً تلقین بعد از دفن سے منع نہ کیا جائے۔اس لئے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اس میں نفع ہے۔اس لئے کہ مردہ ذکر سے مانوس ہوتا ہے۔جیسا کہ آثار میں آیا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۸ ص ۲۱۱)

قارئین کرام! بندہ عاجز مسئلہ تلقین میت بعد از دفن کو نہیں چھیڑ رہا اور نہ ہی میرا مقصد یہ فیصلہ کرنا ہے کہ حدیث:''لقنوا موتاکم'' حقیقی معنی پر محمول ہے یا مجازی پر۔میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی برد اللہ مضجعہ نے باحوالہ یہ بات فرمائی ہے کہ معتزلہ حیات قبر اور عذاب قبر کے منکر ہیں۔کیونکہ وہ اس کو مشکل ومحال سمجھتے ہیں اور علماء اہل السنت والجماعت حیات قبر کے قائل ہیں اور مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ مردہ کے پاس جو ذکر کیا جاتا ہے وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور یہ انس میت بھی حیات میت کی دلیل ہے۔ہاں! اگر کوئی صاحب مسئلہ تلقین کی تحقیق اور فیصلہ چاہتا ہے تو وہ اعلاء السنن کے مذکورہ بالا مقام کا مطالعہ کرے۔مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں فیصلہ فرمادیا ہے۔بہرحال! یہ حقیقت ہے کہ مولانا مرحوم اسی قبر کی حیات کے قائل ہیں اور اسی حیات قبر پر قبر کی کارروائی کا دارومدار ہے۔

۲...... حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک فقہی مسئلہ تحریر کرتے ہیں:''یکرہ ایضاً قطع البنات الرطب والحشیش من المقبرہ دون الیابس کما فی الحجر والدر وشرح المنیة وعلله اللہ فی الامداد بانه مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمة'' قبرستان سے تر نباتات اور گھاس پھوس کاٹنا مکروہ ہے۔جیسا کہ بحرالرائق، درمختار اور شرح المنیۃ میں ہے اور الامداد میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ گھاس پھوس اور نباتات اللہ کی تسبیح اور ذکر کرتی ہے تو میت اس سے مانوس ہوتی ہے اور اس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے،جس کا فائدہ بھی میت کو ہوتا ہے۔البتہ خشک گھاس کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ج ۸ ص ۳۴۵)

۳...... امداد الاحکام فتویٰ کی ایک کتاب ہے۔یہ کتاب امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے۔اس کتاب میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جمع ہیں۔فتاویٰ کا یہ مجموعہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں جاری اور شائع ہوا ہے۔گویا امداد الاحکام کو ان تینوں بزرگوں کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔اس کتاب میں لکھا ہے۔قرآن گھر پر بھی بیٹھ کر بخش دیں تو ثواب پہنچ جائے گا۔اگر صرف ثواب پہنچانے کا ارادہ ہو تو اس کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں۔ہاں! اگر ثواب پہنچانے کے ساتھ میت کی تانیس ودلداری بھی مقصود ہو تو قبر پر جانے اور وہاں جاکر قرآن پڑھنے سے میت کو انس ومسرت زیادہ ہوتی ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۹۳)

۴...... امداد الاحکام میں ہے۔ باقی عذاب قبر جسم عنصری و جسم مثالی دونوں پر ہوتا ہے۔(امداد الاحکام ج ا ص ۸۴۹)

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ عذاب قبر کے صحیح صورت کے قائل ہیں اور وہ قبر کی کارروائی میں دنیا والے جسد عنصری کو شامل سمجھتے ہیں۔ باقی رہا جسم مثالی تو ہمارے اکابر وضاحت فرما چکے ہیں کہ جو شخص جزا وسزا میں دنیا والے جسد کو شامل سمجھنے کے ساتھ ساتھ جسم مثالی کا بھی قول کرتا ہے تو اس سے ہمارے اکابر کو اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس کے ساتھ ہے جو دنیا والے جسد عنصری کی نفی کرتا ہے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے مسلک کی وضاحت ہوگئی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مواعظ، ملفوظات اور کتابوں میں جسد مثالی کا تذکرہ کیا ہے جس سے عام قاری کو اچھی خاصی پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ شاید مولانا تھانوی رحمہ اللہ جسد مثالی کا قول کر کے جسد عنصری کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح عصر ہذا کے معتزلہ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ان عبارات کو پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں کہ تھانوی صاحب رحمہ اللہ جسد مثالی کے قائل ہیں۔ لہٰذا جسد عنصری کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ پریشانی اور دھوکہ بے محل ہے۔ کیونکہ امداد الاحکام کی اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ عذاب قبر جسد عنصری کو بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی کسی عبارت سے جسد عنصری کی نفی سمجھنا خود غلط اور خلاف واقعہ ہے بلکہ دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا ہے۔

عام موتی کا سماع اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

عام موتی کے سماع میں بھی مولانا عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا نظریہ علماء دیوبند والا ہے کہ جہاں جہاں حدیثوں میں سماع موتی وارد ہوا ہے، وہاں تسلیم کر لیا جائے۔ مثلاً حدیث قرع نعال، حدیث قلیب بدر اور سلام کا سماع وغیرہ۔ ان کے علاوہ قیاس آرائی کی بجائے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ مندرجہ اقتباس سے مولانا کا یہ نظریہ معلوم ہوتا ہے۔

ا...... مولانا عثمانی مرحوم لکھتے ہیں: ''وقد روی عبدالحق فی الاحکام الصغریٰ وقال عبدالحق اسنادہ صحیح۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فیسلّم علیہ الاعرفہ ورد السلام ورواہ ابن عبدالبر وصححہ کمانقلہ ابن تیمیہ'' تحقیق عبدالحق نے الاحکام الصغریٰ میں روایت کیا ہے اور عبدالحق نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرے جس کے ساتھ اس کی جان پہچان تھی تو سلام کرے۔ مگر وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

۲...... لکھتے ہیں: ''وقد ذکر ابن تیمیۃ فی اقتضاء الصراط السمتقیم ان الشھداء بل کل المومنین اذا زارھم المسلم وسلّم علیھم عرفوا وردوا علیہ السلام فاذا کان ھذا فی احاد المومنین فکیف بسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم'' تحقیق ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر کیا ہے کہ بے شک شہداء بلکہ تمام مومنین جب کوئی مسلمان ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے، وہ پہچان لیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جب یہ عام مومنین کے حق میں ہے کہ وہ سلام کو سنتے اور جواب دیتے ہیں تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا کیا حال ہوگا؟ معلوم ہوا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اور اس کو حدیث صحیح سے ثابت سمجھتے ہیں جو شخص مولانا عثمانی رحمہ اللہ کے استدلالات پر جرح کر کے ان کو ضعیف بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ یقیناً مولانا کے

مسلک پر نہیں بلکہ ان کے مسلک کا مخالف ہے جو شخص مولانا کے مسلک کا مخالف بن کر ان کے نام کو یا عبارات کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے وہ دھوکہ باز مفتری ہے اور علم و دیانت کا قاتل ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

قارئین کرام! بندہ عاجز نے مولانا کی کتابوں سے ان کے موقف و مسلک کو نہایت دیانت داری سے نقل کیا ہے۔ الحمد للہ! بندہ عاجز نے "تاویل القول بما لا یرضی به القائل" کا کہیں ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی دھوکہ وفریب سے کام لیا ہے بلکہ صحیح مسلک اکابر کی ترجمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی تشریحات وتعبیرات کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و اله واصحابه اجمعین!

(۸) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کی تفسیری وفقہی تحقیقات وخدمات رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ اللہ نے ان کو علم وعمل اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ حضرت کے عقائد ونظریات علماء دیوبند والے تھے۔ وہ حیات قبر خصوصاً حیات النبی ﷺ عذاب اور عام موتی کے سماع فی الجملہ کے متعلق وہی موقف رکھتے ہیں جو دیگر علماء دیوبند کا ہے۔

اوّلاً: حیات النبی ﷺ کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمایئے۔

۱...... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں۔ اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی۔ اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی "قد غفر لک" یعنی مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط) (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد باقی سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ گنہگار بندہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس پر آ کر استشفاع کرے۔ یعنی آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کرے کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنی جان پر ظلم کر کے آیا ہوں۔ آپ میرے لئے دعاء واستغفار فرمائیں۔ اللہ میرے گناہ معاف فرما دے اور بطور دلیل کے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر بحر محیط سے ایک گاؤں والے کا واقعہ نقل فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ ﷺ زائرین کا سلام وکلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ان کے لئے دعا واستغفار فرماتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ اس کے خلاف کہتا ہے اور گاؤں والے شخص کے واقعہ پر جرح کر کے اس کو کمزور اور ضعیف کہتا ہے۔ وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والے عقیدہ پر ہرگز نہیں ہے اور قطعاً ان کا ہم مسلک نہیں ہے۔ وہ یقیناً حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے خارج ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس اختلاف کے باوجود جو شخص حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کو یا کسی عبارت کو اپنے حق میں ناجائز طور پر استعمال کرتا ہے۔ وہ دھوکہ باز اور فریب کار ہے بلکہ جھوٹا ہے اور مفتری ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ایک خصوصی حکم کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی شخص ان سے نکاح نہیں کرسکتا کی وجوہات بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو اسی لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۲۰۳)

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا فائق وممتاز ہوتی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہر حال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ کے قلب مبارک سے استفاضہ نور کرتے رہیں گے اور جتنی محبت وتعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کو اس عبارت میں واضح طور پر تسلیم فرمایا ہے۔ البتہ انہوں نے حیات قبر کو حیات برزخی بھی کہا ہے۔ جیسا کہ دیگر علماء اسلام بھی فرماتے ہیں۔ لیکن برزخ کہنے سے نہ تو ارضی قبر کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی ارضی قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی روح اور جسد کے مابین تعلق کی نفی ہوتی ہے۔ ایسا سمجھنا تو پرلے درجہ کی حماقت ہے اور جہالت ہے۔ کیونکہ قبر وبرزخ ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہو جائے بلکہ یہ دونوں مصداق اور اطلاق کے اعتبار سے ایک چیز پر صادق آتے ہیں۔ قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان اور برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے جو مردہ قبر میں ہے۔ وہ برزخ میں بھی ہے۔ کیونکہ موت سے لے کر قیامت کے وقت کو برزخ کہتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد قبر کی نفی کرنا نہیں۔ ہاں! قبر کو برزخ کہنے سے قبر کے مفہوم میں وسعت آجاتی ہے اور برزخ کا لفظ اس زمینی قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہو جاتا ہے۔ علماء اسلام قبر سے مراد برزخ لے کر مردہ کے ہر مقام کو قبر کے مفہوم میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور اغیار نے الٹا مفہوم لے کر خود اصل قبر کی نفی کر ڈالی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت تک مومنین آپ ﷺ کے قلب مبارک سے نور کا استفاضہ کرتے رہیں گے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ قلب جسم میں ہوتا ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس کا آپ ﷺ کے جسم وقلب بے تعلق ہے اور آپ ﷺ کے جسم اور قلب میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے تو آپ ﷺ کے قلب مبارک سے

استفاضہ نور کا کیا مطلب؟ قلب مبارک سے استفاضہ نور دلیل ہے۔ اس بات کی کہ آپ ﷺ کی روح اقدس کا جسم اطہر سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے جسم اور قلب مبارک میں حیات ہے اور اس صورت میں استفاضہ ممکن نہیں بلکہ ثابت ہے۔ البتہ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ خود مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا۔ کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں۔ گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے؟ کیونکہ نہ اس پر امت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا بلکہ منع فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ ﷺ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک دنیا میں ہیں۔ اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب عام سے مامون رہے گی۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ مبارک میں زندہ ہیں۔ جب کہ سابقہ عبارت میں قبر و برزخ کا لفظ استعمال فرمایا تو معلوم ہوا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے جسد کی حیات کو ثابت فرما رہے اور ان کے نزدیک قبر و برزخ اور روضہ مبارک کا مصداق ایک ہے۔ فضول بحث کون سی ہے۔ حیات الانبیاء کی یا اس کی کیفیات کی؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حیات الانبیاء خصوصاً حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی حیات کو صاف لفظوں میں تسلیم اور ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ روضہ مبارک کی اس حیات کا محقق بہ تعلق روح مع الجسد العنصری ہوتا ہے۔ البتہ بہ تعلق روح حیات تسلیم کر لینے کے بعد اس بحث میں پڑنا کہ اس حیات کی کیفیت کیسی ہے؟ اس کی کنہ کیا ہے؟ یہ تعلق روح کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ممنوع ہے اور ہم جیسے لوگوں کو ان کاموں میں الجھنا ایک فضول کام ہے۔ ہاں! جن علماء نے اس تعلق کی تفصیل بیان کی تو ہمیں ان کے بارے میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ خالص علمی بحثیں ہیں اور انہیں کو زیب دیتی ہیں۔ ہماری نجات کے لئے اتنا کافی ہے۔ ہم حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک میں بتعلق روح مع الجسد العنصری زندہ مان لیں اور بس۔

معلوم ہوا کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک عقیدہ حیات قبر جس کا تحقق تعلق روح کے ساتھ ہے اور دوسرا ہے اس حیات اور تعلق روح کی کیفیت ہمارے تمام اکابر پہلی چیز کو کتاب و سنت کے روشن دلائل کے ساتھ بڑے زور شور سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں بحث کرتے ہیں۔ منکرین حیات کے شبہات کا دندان شکن کافی وافی اور شافی جواب دیتے ہیں۔ البتہ دوسری چیز یعنی کیفیات حیات میں پڑنے سے منع کرتے ہیں اور اس کو فضول بحث قرار دیتے ہیں۔ خدا برا کرے تعصب کا جس سے آدمی کی سوچ و فکر بھی ماؤف ہو جاتی ہے اور آدمی صحیح کو غلط قرار دے دیتا ہے اور غلط کو صحیح سمجھنے لگتا ہے اور آدمی اپنے غلط نظریات کو برحق دکھانے کے لئے دھوکہ فریب اور جھوٹ سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

چنانچہ عصر ہذا کے معتزلہ اپنی جبلی سینہ زوری سے ہمارے اکابر کی وہ عبارات و ہدایات جو انہوں نے کیفیات حیات اور اقسام تعلق کے متعلق فرمائی ہیں کہ ایسی بحثوں میں نہ پڑنا چاہئے یہ تضیع اوقات ہے۔ یہ فضول کام ہے تو یہ ہوس

پرست لوگ یہ ساری باتیں خود عقیدہ حیات النبی ﷺ پر چسپاں کر کے سادہ لوح لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے حیات النبی ﷺ میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ کوئی عقیدہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس میں بحث فضول ہے۔ سب یعنی قائلین ومنکرین ہمارے اکابر ہیں۔ کسی کو کچھ نہ کہنا چاہئے۔ سب برحق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

حالانکہ اکابر کی یہ باتیں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ اس کی **کیفیت** کے بارے میں ہیں۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ بہ تعلق روح اور بات ہے اور **کیفیت** حیات بالکل اور بات ہے۔ لیکن عصر ہذا کے معتزلہ بحث کر کے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں اور عوام الناس کو پاگل بنانا چاہتے ہیں۔ الغرض حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تنبیہات اور ہدایات عقیدہ حیات کے متعلق نہیں ہیں بلکہ اس کی کیفیات کے متعلق ہیں۔

۵..... حضرت مفتی صاحب حیات شہداء کی بحث میں لکھتے ہیں۔ ''یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔'' (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

۶..... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے، جیسا حیات میں تھا۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۱۰۱)

۷..... حضرت مفتی صاحب ''شاھداً و مبشراً'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں اور آپ امت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ اس لئے آپ قیامت کے روز امت کے شاہد بنائے جائیں گے۔'' رواہ ابن المبارک عن سعید بن المسیب... مظہری'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷)

۸..... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے رہتے ہیں۔'' (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۲۱، احکام القرآن ج ۴ ص ۲۲۹)

قارئین کرام! حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے لفظوں میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ مبارک والی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زائرین کو چاہئے کہ آپ کی حیات دنیا والے سارے آداب وہاں ملحوظ رکھیں۔ سلام وکلام زیادہ بلند آواز سے پیش نہ کریں بلکہ میانہ روی اختیار کریں۔ آپ ان کا سلام وکلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ لہٰذا وہاں آپ ﷺ سے **استشفاع** بھی کرسکتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے حق میں دعا مغفرت فرمائیں۔ آپ ﷺ پر امت کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی حیات قبر، شہدائے کرام کی حیات سے بھی فوقیت رکھتی ہے۔ اسی حیات قبر وبرزخ کی وجہ سے آپ ﷺ کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوئی اور آپ کی ازواج مطہرات سے کسی کو نکاح کی اجازت نہیں ہے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ برزخ اس قبر ارضی کے علاوہ کسی اور مقام کا نام نہیں بلکہ برزخ وقبر ایک اطلاق رکھتے ہیں اور

جو شخص حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد پر یقین نہیں رکھتا بلکہ ان کو غلط قرار دیتا ہے۔ وہ مفتی صاحب کے عقائد سے منحرف ہے۔ اگر مفتی صاحب کی عبارت یا ان کے نام کو استعمال کرتا ہے تو وہ مفتری ہے۔

عذاب قبر کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف

عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف بالکل علماء اہل السنة والجماعت دیوبند والا ہے کہ اسی ارضی قبر میں بوقت سوال نکیرین اعادہ روح ہوتا ہے اور روح اور جسد عنصری دونوں خاص قسم کے تعلق کی وجہ سے قبر کی کارروائی اور جزا وسزاء کے مورد بنتے ہیں۔ اس عقیدہ کے اثبات میں حضرت مفتی صاحب کا عربی زبان میں ایک مستقل رسالہ ہے، جس کا نام ہے: ''ثبوت عذاب القبر بالکتاب والسنة'' یہ رسالہ احکام القرآن تھانوی ج ۴ کی جزو بن کر شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ احکام القرآن کے ص ۷۷ سے شروع ہوتا ہے اور ص ۱۱۷ پر ختم ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے کتاب وسنت کے براہین قاطعہ سے عذاب قبر کی صحیح صورت کو ثابت کیا ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے بوقت امتحان قبر اعادہ روح کو ثابت کیا ہے اور جزا وسزا کے لئے روح کا جسد عنصری سے تعلق ثابت کیا ہے اور منکرین حیات قبر کے تمام شبہات کا مسکت اور معقول جواب دیا ہے۔ یقیناً یہ رسالہ اہل علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ اور لاجواب تحقیق ہے تو اس رسالہ سے عذاب قبر کے متعلق مفتی صاحب کا موقف بالکل واضح ہے۔ اس سے چند اقتباسات یہاں بھی نقل کئے جاتے ہیں جن سے مفتی صاحب کا موقف مزید واضح ہوتا ہے۔

۱...... مفتی صاحب لکھتے ہیں'' مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا، قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتے۔ سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعہ مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آئی تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے۔ مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دے دی تو اس پر ایمان واعتقاد رکھنا لازم ہے۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

۲...... مفتی صاحب لکھتے ہیں'' البتہ اوپر جس روایت میں ارواح کا قبروں میں رہنا معلوم ہوتا ہے، یہ بظاہر پچھلی دونوں روایتوں سے بہت مختلف ہے۔ اس کی تطبیق بیہقی زمان حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں یہ بیان کی ہے کہ یہ بات کچھ بعید نہیں کہ اصل مستقر ارواح کا علیین اور سجین ہی ہوں مگر ان ارواح کا ایک خاص رابطہ قبروں کے ساتھ بھی قائم ہو۔ اس رابطہ کی حقیقت تو اللہ کے سواء کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر جس طرح آفتاب ماہتاب آسمانوں میں ہے اور ان کی شعائیں زمین پر پڑ کر اس کو روشن بھی کر دیتی ہیں، گرم بھی۔ اس طرح

علیین اور سجین کی ارواح کا کوئی رابطہ معنویہ قبروں سے ہو سکتا ہے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۹۸)

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اہل قبر کی ارواح کا تعلق قبر سے رہتا ہے یا نہیں؟ عذاب یا ثواب قبر ہمیشہ قبر پر ہوتا رہتا ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ ''تعلق، قبر سے کچھ نہ کچھ باقی رہتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن یہ تعیّن کہ کس قسم کا تعلق رہتا ہے، مشکل ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں قبروں پر رہتی ہیں اور بعض سے اس کے خلاف۔ اس لئے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ اس میں کرنا مناسب نہیں بلکہ سکوت و توقف مناسب ہے۔ کیونکہ حلال وحرام سے اس کا تعلق نہیں۔'' والمسئلة مع مالها وعليها ذكرها ابن القيم فی کتاب الروح مفصلاً والسيوطی شرح الصدور ان شئت فراجعها'' عذاب وثواب بعض چیزوں کا تو منصوص حدیث سے ہے کہ تا قیامت رہے گا۔ جیسے خودکشی کا عذاب وغیرہ باقی اس سے عام ضابطہ معلوم نہیں ہو سکتا۔'' (فتاویٰ دار العلوم مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ص ۱۹۷)

قارئین کرام! اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب نے ارواح کا قبور سے تعلق واضح لفظوں میں ثابت کیا ہے۔ شاید کوئی دھوکہ باز کسی کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مسئلہ تعلق میں سکوت مناسب ہے اور یہ حلال حرام کا مسئلہ نہیں ہے تو ہوشیار رہئے اور دھوکہ میں نہ آیئے۔ مفتی صاحب کا فرمان نفس تعلق کے بارے میں نہیں ہے کہ تعلق کی قسم کے بارے میں ہے۔ یعنی تعلق کا ماننا تو ضروری ہے اور تعلق کی قسم کی تعیین کرنا یہ کوئی ضروری مسئلہ نہیں ہے۔

۴...... مفتی صاحب لکھتے ہیں'' قرطبی نے فرمایا کہ ایک حدیث میں جو آیا کہ مردے برزخ میں ایک دوسرے سے اپنے کفنوں میں ملبوس ہو کر ملاقات کریں گے اور اس حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ معاملہ قبر اور برزخ کا ہے۔ یہ میدان حشر کا۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۵۸۴)

محترم قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب برزخ کا اطلاق ارضی قبر پر فرمارہے ہیں اور اسی قبر میں تعلق روح اور اعادہ کے قائل ہیں اور روح اور جسد عنصری دونوں کی جزا وسزا کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مردے قبر و برزخ میں اپنے کفنوں میں ملبوس ہو کر ایک دوسرے کی ملاقات بھی کرتے ہیں جو شخص حضرت مفتی صاحب کے ان عقائد سے متفق نہیں ہے۔ اسے مفتی صاحب کے نام عبارت کے اور فتوے پر دھوکہ دینے کا کوئی حق نہیں ہے جو ایسا کرتا ہے وہ دغا باز اور فریب کار ہے۔

عام موتیٰ کے سماع میں مفتی صاحب کا موقف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے سماع سلام وکلام عند القبر الشریف کے تو قائل ہیں ہی، باقی رہے عام موتیٰ تو ان کے سماع فی الجملہ کے بھی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں جہاں جہاں سننا ثابت ہے، وہاں وہاں تسلیم کر لینا چاہئے اور باقی کو قیاس آرائی کی بجائے معاملہ سپرد خدا کرنا چاہئے۔ اس موضوع پر حضرت مفتی صاحب کا ایک مستقل رسالہ ہے جو کہ عربی زبان میں ہے اور وہ رسالہ احکام القران تھانوی جلد ۳ کی جز بن کر شائع ہو چکا اور یہ رسالہ احکام القرآن کے بیس صفحات پر مشتمل ہے اور خلاصہ اس کا یہی ہے کہ عام موتیٰ کا سماع فی الجملہ ثابت ہے۔ اہل علم اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ بڑی کام کی چیز ہے اور حضرت مفتی صاحب کے اس موقف کو سمجھنے کے لئے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا مردے سنتے ہیں؟ مفتی صاحب نے جواب لکھا ''مسئلہ سماع موتی زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ کلام اس میں طویل ہے۔ میرا ایک مستقل رسالہ بزبان عربی بنام ''اعدال الامور فی سماع اهل القبور ''بشکل مسودہ موجود ہے۔'' (احکام القرآن میں رسالہ کا نام تکمیل الحبور بسماع اہل القبور لکھا ہے) اگر ہنوز شائع نہیں ہوا اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ''حیات بعد الموت انبیاء وشہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے۔ عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی سے مختلف ہے اور حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص اس دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا، وہ بعد الموت بھی اس طرح سنا کرے۔ یہ ضروری نہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری نہیں اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر۔ اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔ سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ مستفاد نہیں ہوتا کہ ہر مردہ ہر ہر شخص کا کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتی کسی روایت سے ثابت ہے۔ اس کا اقرار کرلیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں، وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں! کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہوجائے اور وہ اس کو صحیح سمجھے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنتا کہ ہر میت ہر وقت ہر شخص کا کلام سن سکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا اور ایسا عقیدہ رکھنا بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ جب اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب مسئلہ زیر بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اسی بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔ اس لئے درست نہیں۔ ہاں! اگر کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہ مضائقہ نہیں۔ لیکن دوسروں کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے۔ اس لئے احتراز کرنا چاہئے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳۹)

قارئین کرام! واضح رہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس چیز کو بے اصل اور بے بنیاد کہا ہے وہ نفی سماع موتی کا مسئلہ نہیں بلکہ انہوں نے بے اصل اور بے بنیاد اس عقیدہ کو قرار دیا ہے کہ ہر مردہ ہر وقت ہر شخص کی ہر بات کو سنتا ہے۔ لہٰذا عام موتی سے دعا کی درخواست کی جائے۔ حضرت مفتی صاحب کے تنبیہاتی کلمات اسی کے متعلق ہے۔ تنبیہات خود سماع موتی پر منطبق کرنا قلت تدبر اور سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب ''انک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر میں مسئلہ سماع اموات کا عنوان دے کر لکھتے ہیں۔ یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں؟ ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہے۔ اس لئے دوسرے صحابہ وتابعین میں بھی دو گروہ ہوگئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں۔ بعض نفی کے اور قرآن میں یہی مضمون ایک تو اسی موقع پر سورۂ نمل میں آیا ہے۔ دوسرے سورۂ روم میں تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ دوسری آیت آئی ہے اور سورۂ فاطر میں یہ مضمون ان الفاظ سے آیا ہے۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ

ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیتوں میں اسی تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے۔ مگر ہم باختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۲)

۳...... مفتی صاحب لکھتے ہیں ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو سماع اموات کے قائل ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ایک حدیث کی بناء پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یہ ہے: ''مامن احد یمرّ بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه ردّ الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام ذکر ابن کثیر فی تفسیره مصححا عن ابن عمر رضی اللہ عنہما'' جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے وہ مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث میں بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لا کر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یہ نہیں؟ اس لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سبکی وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیحہ اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔ لیکن ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اس طرح آیات وروایات کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں۔ دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں۔ بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں۔ بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۃ نمل، سورۃ روم اور سورۃ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں انہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ ہاں! اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے، وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳)

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عام موتی کے سماع کا مسئلہ اپنی تفسیر (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۲۹، ۳۳۴) پر بھی بیان فرمایا ہے۔ اہل علم اس کی طرف مراجعت فرمائیں۔ خلاصہ یہی ہے جو ان اقتباسات میں بیان ہوا۔

قارئین کرام! یہی عام موتی کے سماع کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف ہے کہ وہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے مختلف فیہ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر دو جانب کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ وہ کسی جانب تشدد اور فتویٰ بازی کے قائل نہیں ہیں اور اپنا موقف بتاتے ہیں کہ جہاں کہیں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے۔ اس کو مان لیا جائے اور جہاں سماع وارد نہیں ہوا۔ وہاں دونوں احتمال ہیں۔ ممکن ہے سماع ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ بہرحال اس میں قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں! حضرت مفتی صاحب علامہ آلوسی کی طرح ''والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة'' پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنے سے دلائل اور روایت میں تطبیق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

بندہ عاجز نے حضرت مفتی صاحب کی تالیفات سے طویل اقتباس پیش کئے۔ تاکہ ہر قاری کے سامنے ان کا موقف کھل کر سامنے آجائے۔ الحمدللہ! بندہ عاجز نے زائغین کی طرح حوالہ جات نقل کرنے میں کسی قسم کی خیانت اور قطع وبرید سے کام نہیں لیا۔ نہ ہی دھوکہ وفریب دے کر ''تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل'' کا ارتکاب کیا بلکہ جو چیزیں درحقیقت ان کا موقف تھا اس کو نقل کیا۔ میں علی وجہ البصیرت عرض کرتا ہوں کہ مجھے اکابر کے مسلک نقل کرنے میں کسی قسم کی بددیانتی نہیں برتنی پڑی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنے اکابر کی راہ۔ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے اور ذہنی آوارہ گردی اور انتشار سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین!

(۹) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ محدث العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور حضرت شاہ صاحب کے مدعا ومقصد سے ہٹ کر اپنا من بھاتا مقصد کشید کر کے سادہ لوح طلباء کو تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہم خیال تھے اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے اور ''تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل'' کی شرمناک مثال ہے اور یہ وہ خطرناک چال ہے جسے ہمیشہ اکابر کی راہ صراط مستقیم سے ہٹنے والے گمراہ فرقے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایسے حالات میں ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ حیات قبر خصوصاً حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع الانبیاء علیہم السلام وغیرہ عقائد میں حضرت شاہ صاحب کا موقف واضح کیا جائے کہ وہ ان مسائل میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے پورے پورے متفق ہیں اور منکرین حیات قبر کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ تاکہ کوئی سادہ لوح مزاج آدمی ان دھوکہ بازوں کے فریب میں نہ آئے اور ان چالبازوں کی چال میں نہ پھنسے۔ ''ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ''

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت کا موقف معلوم کرنے کے لئے ان کی کتابوں کے مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھیئے اور خود فیصلہ فرمائیے۔

۱...... محدث کشمیری نے مسلم وغیرہ سے وہ حدیثیں نقل فرمائی ہیں، جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف وادیوں میں مختلف پیغمبروں کو احرام باندھے اور حج کا تلبیہ پڑھتے دیکھا اور اس کے بعد لکھا۔

''وھذا علی اثبات حیات الانبیاء فی القبور علی شاکلۃ حدیث اخرجہ البیھقی فی کتاب مستقل لھذہ المسئلۃ عن انس مرفوعاً الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وصححہ وقد جاء عند مسلم ایضاً فی صلوٰۃ موسٰی مررت بموسٰی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' یہ احادیث حیات الانبیاء علیہم السلام کے اپنے قبور میں زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مستقل کتاب جو کہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر لکھی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور مسلم شریف میں بھی حضرت موسٰی علیہ السلام کی نماز قبر کی حدیث آئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج والی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسٰی علیہ السلام کی قبر پر گزر رہا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۷۴ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری ج ۲)

۲...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یرید بقوله الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں سے مراد مجموعہ اشخاص ہیں نہ کہ فقط ارواح یعنی وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام بر ہامش عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

۳...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والاحادیث ارادت افعال الحیوٰۃ واعمالها لا بقاء الروح وهو قوله فنبی الله حی یرزق واحیاء فی قبورهم یصلون تسرد فی ذکر الحیوٰۃ افعالها لا اصلها او اراد مع الاجساد فان اجسادهم حرمت علی الارض'' یہ احادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے افعال واعمال صادر ہوں۔ صرف بقا روح مراد نہیں ہے اور اسی سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ''فنبی الله حی یرزق'' اور یہ ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' موجود ہیں۔ یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔ نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ مراد ہو کہ حیات اجسام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ان کے اجسام زمین پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام بر ہامش عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰، ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۴...... محدث کشمیری ابوداؤد سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ''مامن احد یسلم علی الا ردّ الله علیّ روحی حتی ارد علیه السلام'' یعنی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھ پر کوئی شخص سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (توجہ) کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ''قال الحافظ رواته ثقات'' یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''
(عقیدۃ الاسلام ج ۲ ص ۱۲۰ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۵...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان کثیراً من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی وقراءة عند الترمذی'' بہت سے اعمال قبروں میں ثابت ہیں۔ مثلاً اذان وتکبیر سنن دارمی میں اور قرأت قرآن ترمذی میں۔'' (فیض الباری ج ا ص ۱۸۳)

۶...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واخرج الحاکم وصححه عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لیهبطن ابن مریم حکماً عدلاً واماماً مقسطاً ولیسلکن فجاء حاجاً او معتمراً ولیاتین قبری یسلم علی ولاردن علیه واحادیث اخر فی هذا الموضوع فی الدر المنثور وتفسیر ابن کثیر وکنز العمال وغیرها من الاصول'' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث تخریج کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: البتہ ضرور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ منصف اور امام عادل ہوں گے۔ ضرور وہ فج (جگہ کا نام ہے) کے راستے پر حج یا عمرے کے لئے چلیں گے اور بلاشبہ وہ میری قبر پر آئیں گے۔ حتیٰ کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلا شک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔'' (عقیدۃ الاسلام ج ۲ ص ۵۷ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۷...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مسند ابویعلیٰ کے حوالہ سے ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں بھی نقل فرمائی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''لئن قام علی قبری وقال یا محمد لا جیبنه رواه ابویعلی کما فی روح المعانی للالوسی من تفسیر سورة الاحزاب'' (التصریح ج ۳ ص ۲۴۴ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۸...... ملفوظات محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے حضرت کے تلمیذ خاص حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمائے ہیں۔ اس میں بڑی بسط اور تفصیل کے ساتھ اور قوی دلائل کے ساتھ حضرت نے حیات وسماع الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر گفتگو فرمائی ہے جو کہ ص ۱۲۱ تا ۱۳۶ پر پھیلی ہوئی ہے اور قابل دید اور لائق مطالعہ ہے۔ اہل علم ملفوظات محدث کشمیری کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

۹...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا'' لکھ کر فرماتے ہیں: ''یستدل بہ علی حیوٰۃ الانبیاء'' (مشکلات القرآن از محدث کشمیری ص ۲۳۴)

قارئین کرام! حضرت کی مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ حیات الانبیاء علیہم السلام بتعلق روح الجسد العنصری کے قائل ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں نماز، حج وغیرہ عبادات میں مشغول رہتے ہیں اور یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ زائرین کے سلام کو سن کر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

عقیدہ عذاب قبر اور محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

امام کشمیری رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو دوسرے علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کا ہے کہ مردہ مدفون کے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ قبر کی جزا وسزا اور ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے۔ خواہ وہ مردہ کسی حالت میں بھی ہو، کیونکہ علماء اہل السنت والجماعت فرماتے ہیں کہ جسد خاکی اپنی حالت پر برقرار رہنا قبر کی کارروائی کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ وہ جس حالت میں بھی مستحیل ہوجائے عذاب وراحت کا مورد بنتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں۔

۱...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیہ صاحب الھدایۃ فی الایمان'' میرے نزدیک یہ بات ہے کہ قبر کا سوال جسم سے ہوتا ہے جو روح سے متعلق ہو۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔'' (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۵)

۲...... مزید فرماتے ہیں: ''ثم لا ھل السنۃ قولان قیل ان العذاب للروح فقط وقیل الروح والجسد والمشھور الثانی اختارہ اکثر شارحی الھدایۃ وھو المختار وان صار البدن ذرۃ فی الدنیا فان الشعور لکل شیء عند جمھور الامۃ وتفرد ابن حزم الاندلسی'' پھر اہل السنۃ کے (اس بارے میں) دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ عذاب قبر صرف روح کے لئے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔ یہی دوسرا قول مشہور ہے۔ اسی کو ہدایہ کے اکثر شراح نے اختیار کیا ہے اور یہی پسندیدہ قول ہے اور اگرچہ بدن انسانی اہل دنیا کی نظر میں ذرہ ذرہ بھی ہوجائے۔ یقیناً جمہور امت کے نزدیک ہر چیز میں شعور موجود ہے اور ابن حزم اندلسی کا انکار کرنا ان کا تفرد ہے۔ (العرف الشذی برہامش ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

تنبیہ: اگرچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عذاب قبر کے متعلق اہل السنۃ کے دو قول ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے وضاحت بھی فرمادی ہے کہ عذاب قبر کی صحیح صورت یہی دوسرا قول ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ثابت ہے۔ یہی مذہب ہدایۃ کے اکثر شارحین کا مختار یعنی پسندیدہ ہے اور یہی جمہور امت کا مذہب ہے اور یہی مشہور اور مختار ہے۔ باقی رہا پہلا قول کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے تو اس کو حضرت شاہ صاحب

نے ابن حزم کا تفرد قرار دیا ہے۔ لہٰذا ''لا ھل السنة قولان'' سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ قول صرف ایک آدھ آدمی کا تفرد ہے اور ابن حزم کا اہل السنۃ والجماعۃ میں ہونا بھی برائے نام ہے۔ کیونکہ یہ صاحب بیسیوں مسائل میں راہ تفرد اختیار کر کے اہل السنۃ کی راہ سے ہٹ چکا ہے۔ لہٰذا یہ پہلا قول تفرد ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور دوسرا قول جمہور امت کا مقبول مشہور اور مختار مذہب ہے۔ اسی لئے تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ''الا قرب عندی الثانی'' یعنی میرے نزدیک یہ دوسرا قول ''اقرب الی الحق'' ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲)

۳...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے افادات درس کو ایک ترتیب سے جمع فرما کر اس کا نام رکھا ہے۔ ''انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری'' اس میں ایک عنوان ہے۔ سوال روح سے ہوگا یا جسد مع الروح سے اس کے تحت لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اسی جسد مع الروح سے ہوگا۔ جیسا کہ اس کی طرف صاحب ہدایہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔'' (انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۱)

جسم کو برزخ میں عذاب کس طرح ہوگا؟

پھر عنوان قائم کیا کہ جسم کو برزخ میں عذاب کس طرح ہوگا؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''مرنے کے بعد جسم کے ذرات واجزاء منتشرہ ہوجانے کی صورت میں جو استبعاد عذاب کے بارے میں سمجھا جاتا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ جمادات میں شعور نہیں مانا جاتا۔ حالانکہ جمادات میں بھی شعور بسیط موجود ہے اور اس کو ہر زمانہ کے محققین نے تسلیم کیا ہے جب شعور بسیط ثابت ہوگیا تو پھر ذرات جسم کے عذاب میں کیا استبعاد باقی رہا۔ وہ جہاں جہاں بھی رہیں گے ان کو راحت وعذاب کی کیفیت حاصل ہوگی۔ یہ کس نے کہا کہ یہی دنیاوی وضع وصورت بھی عذاب کے وقت باقی رہنی چاہئے۔ مثلاً کسی کافر یا مومن کو اگر شیر نے کھالیا یا بڑی مچھلی، مگرمچھ نے نگل لیا تو وہی اس کی قبر یا اس کا عالم برزخ ہے، وہیں سوال ہوگا اور عذاب وراحت بھی روح اور ذرات جسم کو ہوتی رہے گی۔'' (انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۱)

تنبیہ: محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے قبر کو برزخ اس لئے تعبیر فرمایا ہے کہ مردہ انسان کے لئے قبر ظرف مکان ہے اور عالم برزخ ظرف زماں ہے۔ یہ دونوں لفظ اطلاق کے لحاظ سے ایک ہی مصداق رکھتے ہیں۔ ان دونوں میں تضاد سمجھ کر ایک سے دوسرے کی نفی کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے جو یہ فرمایا کہ قبر و برزخ میں جسم کے ذرات کو بھی عذاب وراحت ہوتا ہے، وہ سوائے دنیا والے جسد کے کسی اور جسد مثالی وغیرہ کے لئے ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ یہی دنیاوی جسد ذرات وغیرہ میں مستحیل ہوتا ہے نہ کہ مثالی۔

۴...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' پھر اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک جسم کے کل یا بعض حصہ کو عذاب روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا محمد بن جریر وغیرہ کی رائے غلط ہے کہ عذاب کے وقت روح جسم میں لوٹنا ضروری نہیں ہے۔'' (انوار الباری ج ۴ ص ۲۴۲)

قارئین کرام! یہاں ایک بات ضرور نوٹ کریں کہ حضرت شاہ صاحب صرف روح کے عذاب کے نظریہ کی تغلیط فرماتے ہیں۔ لہٰذا اسے اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک کہنا یا ایک قول کہنا خود غلط ہے۔

۵...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں دو سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن دیکھا کہ دو ان پڑھ نمازیوں میں مناظرہ ہورہا ہے۔ ایک کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا۔ دوسرا

منکر تھا کہ عذاب روح ہی کو ہوگا جو کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن کو ہوگا۔اس نے مثال دی کہ ایک باغ میں ایک نابینا دوسرا لنگڑا چوری کے خیال سے گئے لنگڑا کہنے لگا۔ میں ٹانگ سے چل نہیں سکتا۔ نابینا کہتا ہے کہ میں پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا۔آخر یہ فیصلہ ہوا کہ نابینا لنگڑے کو اپنے کندھوں پر اٹھالے اور لنگڑا پھل توڑے۔ اتنے میں اگر باغبان آ گیا تو وہ دونوں کو گرفتار کرے گا اور سزا کا مستحق قرار دے گا۔ میں نے یہ بات سن لی پھر ایک زمانہ دراز گزار میں ''تذکرۃ القرطبی'' دیکھ رہا تھا۔اس میں یہی مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور تھی۔ میں اس کو پڑھ کر اس ان پڑھ کی فطرت سلیمہ پر حیران رہ گیا۔کیسا صحیح جواب دیا۔حضرت شاہ صاحب نے یہ لدھیانہ میں مارچ ۱۹۲۷ء کو بستان الاسلام کے جلسہ میں فرمایا تھا۔لوگ حضرت شاہ صاحب کے حافظہ پر حیران رہ گئے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں عالم آخرت کی ایسی باریک بات یاد رکھی۔''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۹۷)

(نوٹ) مذکورہ بالا واقعہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۵ میں بیان فرمایا ہے۔ وہاں عمر چار سال لکھی ہے۔ جب کہ ملفوظات میں عمر دو سال لکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جامع کو سہو لاحق ہوا ہے۔ بہر حال اتنی بات یقینی ہے کہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تھوڑی عمر میں یہ واقعہ سنا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا عبارات سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں۔اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں اور اسی قبر میں ثواب وعذاب اور جزاوسزا کے قائل ہیں۔ روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کے بھی قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے ان دونوں کے عذاب کے بھی قائل ہیں اور وہ صرف روح کی جزاوسزا کو غلط مذہب قرار دیتے ہیں۔

ازالہ وہم

عقیدہ حیات قبر کی اتنی بڑی وضاحت کے بعد حضرت شاہ صاحب کی کسی عبارت کا ایسا مطلب کشید کرنا کہ ان سب عبارات پر پانی پھر جائے بلکہ ان کی تغلیط ہوجائے اور خود محدث کشمیری پر تضاد بیانی کی تہمت لگ جائے۔ یقیناً علمی خیانت ہے بلکہ ایک ایسی ظالمانہ حرکت ہے کہ اگر اللہ حضرت شاہ صاحب کو عالم قبر میں اس کی اطلاع کردیں تو یقیناً ان کی روح کانپ اٹھے گی۔لہٰذا مشکلات القرآن کی ایک عبارت جو حضرت شاہ صاحب نے ''کیف تکفرون باللہ'' کے تحت لکھی ہے ''بلکہ تحقیق آن است کہ معنی حیات تعلق بہ بدن است ودر قبر اصلاً تعلق روح بہ بدن است بلکہ بقاء شعور وادراک روح رابعد از مفارقت از بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند۔'' (مشکلات القرآن ج ۴ ص ۹ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

اس عبارت کا یہ مطلب لینا کہ عالم قبر میں روح کا بدن انسانی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی بدن انسانی میں کسی قسم کی حیات ہے اور نہ بدن انسانی روح کے ساتھ ثواب وعذاب میں شامل ہوتا ہے۔ایسا مطلب چونکہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات اور نظریات کے خلاف بلکہ متصادم ہے۔لہٰذا سراسر ظلم اور زیادتی ہے اور علمی بددیانتی ہے۔اب رہا یہ سوال کہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔لہٰذا حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا عقیدے کے پیش نظر کہ قبر میں بہ تعلق روح بدن بھی عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں روح کا بدن کے ساتھ دنیا والا تعلق بالکل نہیں ہے۔روح بدن میں تدبیر کرے، بدن میں نشوونما ہو۔ بدن کو تغیرات سے محفوظ رکھے اور بدن کی حیات ہر کہ مہ کے لئے محسوس مبصر بن کر سامنے آجائے۔ وغیرہ! دوسرے

لفظوں میں چونکہ حضرت شاہ صاحب قبر میں روح اور بدن کے تعلق برزخی کے قائل ہیں۔ لہٰذا اس عبارت میں دنیاوی تعلق کی نفی فرمار ہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جس تعلق کو ثابت فرماتے ہیں وہ اور ہے اور جس کی نفی فرما رہے ہیں وہ اور ہے۔ یہ وہ مطلب ہے جو خود محدث کشمیری اور دیگر علماء اسلام کے نظریات کے عین مطابق ہے اور ایسے مطلب سے محدث کشمیری پر تضاد کی تہمت بھی نہیں لگتی۔ لہٰذا حضرت نے جس تعلق کو ثابت کیا وہ بھی اپنے مقام پر درست ہے اور جس کی نفی فرمائی وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے۔ البتہ عبارات اکابر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

سماع موتی میں محدث کشمیری کا موقف

محدث کشمیری دیگر علماء اہل السنۃ والجماعت کی طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے تو قائل ہیں، حوالہ جات گزر چکے ہیں اور ایک حوالہ مزید بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انوار الباری کے نام سے محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کو جمع فرمایا...... لکھا ہے ’’علماء امت کا اگر چہ سماع موتی کے بارے میں اختلاف ہے کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں۔ لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام ضرور سنتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت گنگوہی کے فتاویٰ وغیرہ میں ہے۔‘‘ (انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۴۶)

باقی رہے عام موتی تو ان کے بارے میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... حضرت عام موتی کے سماع کا مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ ’’والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر ‘‘ کہ مردوں کے سماع کی حدیثیں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئیں ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ’’ان ذخیرۃ الحدیث تدل علی سمع الموتیٰ ‘‘ بے شک احادیث کا ذخیرہ سماع موتی پر دلالت کرتا ہے۔ (العرف الشذی بر حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ’’والمحقق ان ابا حنیفة لاینکر سمع الاموات‘‘ تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کا انکار نہیں کرتے۔ (العرف الشذی ص ۱۲۸)

۴...... محدث کشمیری سورۃ نمل کی آیت: ’’انک لاتسمع الموتی ‘‘ کے تحت لکھتے ہیں:

سماع موتی کلام الخلق قاطبة — قد صح فیه لنا الآثار فی الکتب

و ایة النفی فی نفی انتفاعهم — لا یسمعون و لا یصغون للادب

(مشکلات القرآن ص ۳۳۵ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۵...... محدث کشمیری ’’انک لاتسمع الموتی ‘‘ والی آیت کا جواب دیتے ہیں: ’’فقیل بالفرق بین السماع والاسماع والمنفی هو الثانی دون الاوّل ‘‘ یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ سماع اور ہے اور اسماع اور ہے۔ آیت میں نفی اسماع کی ہے نہ کہ سماع کی تو معلوم ہوا کہ محدث کشمیری دیگر علماء اہل السنت والجماعت کی طرح عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

قارئین کرام! یہ ہے عقیدہ حیات قبر کے متعلق حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ جو کہ بندہ عاجز نے دیانتداری کے ساتھ ان کی عبارات اور کتابوں کو سامنے رکھ کر تحریر کیا ہے۔ بندہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ واقعہ کے عین مطابق ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہتا ہے تو بندہ اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے۔ ان شاء اللہ العزیز!

بندہ عاجز ٹھوس دلائل سے ثابت کرسکتا ہے کہ محدث کشمیری ﷫ کا مسلک وہی ہے جو مذکورہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے برعکس کہنے والا "تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل" کا مرتکب ہے اور غلط کہتا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے اور ہر قسم کی بے دینی بے راہ روی اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ خاتمہ بالخیر یعنی علی الایمان فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(۱۰) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

اشاعۃ التوحید کے "محقق" جناب خالدی صاحب نے حضرت مولانا قاری محمد طیب پر جو افتراء کیا ہے۔ اس کو بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید کے ان کے فیصلہ اور اس کے پس منظر پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اجماعی رنگ میں مسلمہ چلا آرہا ہے۔ اس عقیدہ میں چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی سنی عالم دین نے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن بدقسمتی سے چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں اشاعت التوحید والسنۃ کے بعض سرکردہ لوگوں نے اس عقیدہ عالیہ میں جمہور علماء اہل السنت سے ایک جداگانہ رائے قائم کرکے اختلاف کی بنیاد ڈال دی۔ شروع شروع میں اس اختلاف کی نوعیت آج کل کے اختلاف سے قدرے مختلف تھی۔ لیکن ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اپنی خداداد بصیرت اور دوررس دینی نگاہوں سے اس اختلاف کے انجام بد کو بھانپ لیا اور اس نومولود فتنے کو ختم کرنے کے لئے میدان عمل میں اترے اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے اس انتشار کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی۔

جب کہ دوسری جانب منکرین حیات النبی ﷺ میں بھی اس اختلاف اور انتشار کو ہوا دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑ رکھی تھی۔ بالائے ستم یہ کہ یہ لوگ اپنے اس تفرد کو قرآن کا رنگ دے رہے تھے اور بڑی دیدہ دلیری سے یہ کہہ رہے تھے کہ علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کا عقیدہ بھی یہی تھا جو ہم بیان کررہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اکابر علماء حق نے اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کے لئے احقاق حق اور ابطال باطل کا علم بلند کیا اور سادہ لوح عوام کے اذہان کو اختلاف اور انتشار سے بچانے کی سرتوڑ کوشش کی اور اس عقیدہ عالیہ کے تحفظ کے سلسلہ میں وہ سب کچھ کیا جو ایسے مواقع پر اہل علم اور اہل حق کو کرنا چاہئے تھا تو جب ہر دو جانب اپنے اپنے عقیدہ کی تشہیر ہونے لگی تو یہ اختلاف مناظرے مقابلے اور جدل وجدال تک جا پہنچا اور عجیب بات یہ تھی کہ یہ دونوں گروہ مسلک علماء دیوبند کے نام لیوا تھے۔ تقریباً تقریباً چار سال تک یہ صورتحال باقی رہی۔

چنانچہ حسن اتفاق سے حکیم الاسلام قاری محمد طیب دیوبند سے تشریف لائے اور اس اختلاف کا حال انہوں نے پہلے سے ہی سن رکھا تھا۔ لیکن پاکستان میں تشریف آوری کے بعد ان کو مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ چنانچہ حضرت قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ کو اس اختلاف کو ہٹانے کی فکر لاحق ہوئی۔ اب ان کو دل میں اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تو قاری صاحب مرحوم نے اس نزاع کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی اور کافی حد تک وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ فیصلہ کی روئیداد بیان کرنے سے پہلے حضرت قاری صاحب کے جذبات کا ان کے الفاظ میں سن لیجئے۔

"لیکن سوئے اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آگیا اور اس دور میں ردوقدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور آخرکار اس مسئلہ کی بحث علماء سے گزر کر عوام میں اس رنگ سے پھیل گئی جس سے قدرتاً اس اختلاف

نے نزاع وجدال کی باہمی صورت اختیار کرلی۔ گروپ بندی شروع ہوگئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنے کی صورت میں آگئی، جس سے مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا اور فساد آگے آگیا اور خود جماعت دیوبند میں تفریق وتفرق اور تخریب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے اخباری بحثیں چھڑ گئیں جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر اور اخبارات ورسائل سے ان مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا اور جیسے جیسے یہ فتنہ بڑھتا گیا، ویسے ویسے دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی طرح فتنہ نزاع وجدال کی یہ صورت ختم ہوجائے۔''

قارئین کرام! اب آپ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں فیصلہ کی قدرے مشترک کو قاری صاحب کے الفاظ میں سنئے جس پر فریقین کے علماء نے خوشی خوشی دستخط ثبت فرمائے۔

فیصلہ کی روئیداد

حضرت قاری طیب صاحب فرماتے ہیں۔ ''چنانچہ ۲۲؍جون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی) میں جمع ہوگئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اوّل سے آخر تک ساری روئیداد بیان کر کے وہ **مجمع** قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا گفتگو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمدللہ! یہی ماحول قائم رہا نہ اس میں ہار جیت کے جذبات تھے نہ غلبہ ومغلوبیت کے تصورات تھے بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کرلیا اور اس قدر مشترک تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین نے دستخط فرمائے۔ اس یادداشت کا متن **بلفظہ** حسب ذیل ہے۔

''عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت حسب ذیل ہے۔

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

دستخط:	دستخط:	دستخط:	دستخط:
احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲؍جون ۱۹۶۲ء	مولانا قاضی نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ	لاشئی غلام اللہ خان	مولانا محمد علی جالندھری

محترم قارئین! حضرت قاری صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین صاحب برادر مولانا قاضی نور محمد صاحب اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔''

حضرت قاری صاحب مزید لکھتے ہیں: ''چونکہ اس موقع پر مولانا سید عنایت اللہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی، جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریریں نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ (نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشیٔ غلام اللہ خان ۲۲/جون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجود یہ کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں۔ مگر اس بارے میں انہوں نے کسی رورعایت سے کام نہیں لیا جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔

حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں: اس نئی اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزارہا انسانوں کو ہجوم نے بے تحاشہ تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضاء گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک جانب سے مولانا غلام اللہ صاحب نے اور دوسری جانب سے مولانا محمد علی جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخ دلانہ اور مخلصانہ لب ولہجے سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورتحال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آ رہی تھی وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان میں آ جانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقع ہو کر سامنے آ گئی اور ہم دکھے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مہم کو دارالعلوم دیوبند ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی، جس میں ایک طرف دارالعلوم دیوبند جیسے علمی ومذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وہ قاسمی نسبت موجود ہے جو پوری قاسمی برادری کو اس پر متحد کئے ہوئے ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سواء دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پا سکتی تھی۔ بہرحال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے اور ہم نے اس بارے میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ اس دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا اور اس نے ''مہتمم دارالعلوم زندہ باد...... دارالعلوم زندہ باد...... اور علماء دیوبند زندہ باد'' کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ پر فضا نعروں سے گونجتی رہی اور مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آ رہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ شاندان

کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی اور ملتان، سرگودھا اور جہلم میں اپنے مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچ گئی۔ خدائے برتر و توانا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چار سال کی مکدر فضا صاف ہوئی اور اس کے المناک آثار رو بہ زوال نظر آنے لگے۔ الحمدللہ اوّلاً و آخراً!

حق تعالیٰ اس یگانگت کو پائیدار اور برقرار رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائے کہ وہ دین ملت کے اہم کاموں جوجزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی جماعتی قوتوں کو ان پر لگائیں۔ (احقر محمد طیب غفرلہ ۲۴ر جون ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! یہ سارے اقتباسات حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب کے ایک مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق نزاع کا خاتمہ'' سے لئے گئے ہیں اور حضرت قاری صاحب کا یہ مضمون خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۷۴۳ تا ۷۴۹ اور ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں موجود ہے۔

ہائے افسوس! شومئ قسمت کہ حکیم الاسلام کے منصفانہ، معتدلانہ اور شرعی فیصلے کو سید عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سبوتاژ کر کے اکابر کی اس پرخلوص محنت پر پانی پھیر دیا...... جماعت کے اکابر اس فیصلہ پر استقامت دکھا کر راہی اجل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر نور سے بھر دے۔ آمین! باقی رہے اشاعت التوحید کے اصاغر تو ان کو گجراتی صاحب نے اپنی خفیہ تدابیر کے ذریعہ سے فیصلے سے منحرف کر دیا بلکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف کی خلیج کو اور بڑھایا اور حد سے زیادہ شدت پیدا کر دی اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے علاوہ اور درجنوں مسائل میں علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے راہ تفردات اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ اب اشاعت التوحید والسنۃ ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کر چکی ہے، جسے علماء حق عصر ہذا کے معتزلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب: آپ نے حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کی تفصیلات سن لیں۔ اب بندہ عاجز اپنے اس مضمون میں یہ بات پیش کرتا ہے کہ اہل اشاعت قاری صاحب پر کیا چیز افتراء کی؟

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب بنام عقائد علماء اسلام مؤلفہ شہاب الدین خالدی میں لکھا ہے کہ: ''حضرت قاری نے اپنے پنڈی والے فیصلے کو منسوخ کر دیا'' ۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۷۳)

حضرات گرامی! اب اشاعت التوحید والوں پر یہ چیز بطور فرض کے عائد ہوتی ہے۔ وہ ثابت کریں کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس فیصلہ کو کب اور کہاں منسوخ فرمایا؟ اور یہ فیصلہ کس کتاب اور کس رسالہ میں شائع ہوا ہے؟ اگر وہ پیش نہیں کر سکتے تو ظاہر ہے کہ یہ خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے اور اس کی جواب دہی کے لئے میدان میں تیار رہیں، جن اکابر پر افتراء کیا ہے ان کو کیا منہ دکھائیں گے۔

اہل اشاعت سے چند سوالات

۱...... قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا فیصلہ شرعی اصولوں کو مطابق تھا یا مخالف؟

۲...... یہ فیصلہ ''غیر شرعی'' ہے تو اس پر اہل اشاعت کے اکابر کے دستخط کیوں۔ اگر ''شرعی'' تھا تو گجراتی سمیت موجود اہل اشاعت کا اس سے انحراف کیوں؟

۳...... اہل اشاعت کے جو اکابر تا دم زیست اس فیصلے پر قائم رہے تو کیا ان کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہ؟

۴...... خالدی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارے اکابر نے اس فیصلہ پر مصلحتاً دستخط کئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مصلحت سے مراد کیا ہے، کیا یہ مصلحت منافقت کے مترادف تو نہیں ہے؟

۵...... شرعی فیصلے کو علماء منسوخ کر سکتے ہیں؟ کیا جمہور علماء غیر شرعی فیصلے کیا کرتے ہیں؟

(۱۱) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام! خصوصاً طلباء کرام دار العلوم دیو بند کے مفتی اوّل حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کا شمار اکابر علمائے دیو بند میں ہوتا ہے۔ عقیدہ حیات الانبیاء عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر اور بعد از مرگ روح اور جسد عنصری کے تعلق کی بابت ان کے عقائد وہی ہیں جو دیگر علمائے دیو بند کثر اللہ سوادہم کے ہیں۔ لیکن منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ، مفتی عزیز الرحمن کو بھی تقریروں اور تحریروں میں اپنا ہم خیال اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دامن اس قسم کے الواث سے پاک وصاف اور منزہ ہے۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات سے ان کے عقائد ونظریات بالکل واضح ہے۔

۱...... **المہند علی المفند** یعنی عقائد علمائے اہل السنت دیو بند علمائے دیو بند کے عقائد کی وہ دستاویز ہے جس پر تمام اکابر واصاغر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ اس کتاب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وشہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے۔ تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی برزخی بھی ہے کہ عالم برزخی میں حاصل ہے۔ ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم قدس سرہ کا اس مبحث میں مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔'' (المہند علی المفند ص ۳۸)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ **المہند علی المفند** کے مذکورہ بالا عقیدہ کی اور دیگر تمام عقائد کی تصدیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ''جو کچھ تحریر فرمایا علامہ مولانا الحاج حافظ خلیل احمد مدرس اوّل مدرسہ مظاہر العلوم واقع سہارنپور نے مسائل کی تحقیق میں وہ سب حق ہے۔ میرے نزدیک اور میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔''

اس کو لکھا بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ دیو بندی نے۔ (المہند علی المفند ص ۹۲)

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں لکھا: سب ہی مرنے والے ہیں۔ ''انک میت وانھم میتون'' اور سب ہی کو حیات روحانی حاصل رہتی ہے۔ کیونکہ مدار ثواب حیات روحانی پر ہے جو کہ مسلم ہے۔ پھر اسی حیات روحانی میں درجات انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے۔ اس کے بعد شہداء کی

پھر جملہ مومنین و مومنات کی درجہ بدرجہ اور نصوص صرف انبیاء علیہم السلام و شہداء کی حیات میں وارد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:
"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق" (فتاویٰ دار العلوم دیو بندج ۵ ص ۷۷ ۴)

۳...... حضرت سے سوال کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات، شہداء سے بڑھ کر ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ "انبیاء کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات، شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے اور بحث اس کی طویل ہے۔" (فتاویٰ دار العلوم دیو بندج ۵ ص ۷۱ ۴)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ "آنحضرت ﷺ کا حیات ہونا مسلمات اہل السنت والجماعت سے ہے۔ پھر قبض روح و تجہیز و تکفین و تدفین وغیرہ امور منافی حیات معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حیات انبیاء مثل حیات شہداء عند اللہ ہونا کہا جائے تو ما بین کیا فرق ہوگا؟" حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ "انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ ہے۔ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "انک میت وانھم میتون" لہٰذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق "آب حیات" مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ میں مذکور ہے، اس کو دیکھ لیں۔" (فتاویٰ دار العلوم دیو بندج ۵ ص ۷ ۳۹)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمن نور اللہ مرقدہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی خصوصی اور امتیازی حیات کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح دیگر علمائے دیو بند قائل ہیں۔ "لاشک فیہ ولا ریب فیہ" البتہ حضرت مفتی صاحب نے جو حیات قبر کو حیات روحانی کہا ہے، اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں کہ مفتی صاحب حیات جسم کا یا تعلق روح مع الجسد العنصری کا انکار کر رہے ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح اصل اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ قبر و برزخ کے حالات اوّلاً روح پر وارد ہوتے ہیں اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے اور جسد بالتبع ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے اس زندگی کو حیات روحانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حیات روح یا حیات روحانی سے حیات جسم کی نفی کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ کیونکہ اس تعبیر سے تو جسم کی حیات مع التعلق ثابت ہوتی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے سلسلہ میں حیات دنیاوی کی جو نفی فرمائی ہے اس کے ساتھ ظاہری کی قید لگا کر یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر بالکل حیات دنیا کی طرح ظاہر نہیں ہے کہ ہر شخص کے لئے محسوس و مبصر ہو، بلکہ آپ ﷺ کی حیات عامۃ الناس کی نظروں سے مستور ہے۔ اس لئے تو اسے حیات برزخی بھی کہتے ہیں۔ بہر حال اس کے وہ دنیا والے جسد کی حیات کی نفی نہیں فرما رہے اور نہ ہی اس سے تعلق کی نفی فرما رہے ہیں بلکہ صرف اور صرف حیات ظاہری کی نفی فرما رہے ہیں۔ کیونکہ حیات جسد مع التعلق کے تو وہ عامۃ الناس کے حق میں بھی قائل ہیں۔ حوالہ جات آگے آ رہے ہیں۔

عذاب قبر کے متعلق مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

دیگر علماء اہل السنۃ والجماعۃ کی طرح حضرت مفتی عزیز الرحمن عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ اسی زمین والی قبر میں مدفون مردہ کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی دکھ سکھ کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک انسان کی روح قبر میں رہتی ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ قبر میں روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصل اس کا علیین یا سجین ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۶)

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ مرنے کے بعد عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو یا دونوں کو؟ تو جواب تحریر فرمایا کہ عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۴۲۷)

۳...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ عذاب قبر حق ہے یا نہیں اور عذاب قبر کب ہوتا ہے؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس وقت شروع ہوتا ہے جس وقت دفن کر کے واپس آتے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۹۲)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ میت کے لئے دعا کرنا کہ جواب منکر نکیر میں ثابت قدم رہے اور تخفیف کے لئے کلمہ پڑھنا بعد دفن کے جائز ہے یا نہ؟ تو حضرت مفتی صاحب نے جواب لکھا کہ یہ جائز ہے۔ کلمہ پڑھتے رہیں اور میت کے لئے جواب منکر نکیر میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۳)

۵...... حضرت مفتی صاحب سے تلقین بعد از دفن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ لیکن اگر بعد دفن ہم کند مضائقہ نیست ''قال فی الشامی و انما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع لان المیت یستانس بالذکر علی ماورد فی الآثار'' (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۴۴۴)

۶...... حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۲)

۷...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ کے فیوض و انوار و برکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہو جاتے ہیں؟ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ فیوض و برکات ان کے بعد ممات کے باقی رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اور قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اور ان پر درود و رحمت ہو۔ کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں تو جو شخص ان کی زیارت کرے گا، وہ بھی حسب المراتب مستفیض ان کی برکات سے ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۷۷)

قارئین کرام! مفتی عزیز الرحمن کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱...... وہ زمین کے اس حصہ کو قبر کہتے ہیں جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔

۲...... اسی ارضی قبر میں نکرین آتے ہیں اور اسی قبر میں سوال و جواب اور حساب و کتاب ہوتا ہے اور اسی قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے۔

۳...... روح کا اسی قبر یعنی مردہ مدفون فی القبر سے تعلق ہوتا ہے۔

۴...... روح اور جسد کے مابین تعلق کی وجہ سے عذاب روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔

۵...... اولیاء اللہ کی یہی زمین والی قبریں رحمت الٰہی کا مورد ہیں۔ حتیٰ کہ زائرین قبر بھی اس رحمت سے مستفیض ہوتے ہیں۔

۶...... تلقین بعد دفن سے مردہ انسان کو نفع پہنچتا ہے۔
۷...... مردہ عند القبر ذکر کرنے سے مانوس ہوتا ہے۔

عام موتیٰ کے سماع میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت مفتی عزیز الرحمن سے عام موتیٰ کے سماع کے متعلق سوال کیا گیا اور یہ بھی پوچھا گیا کہ اس بارے میں امام صاحب سے بھی کچھ منقول ہے؟ جواب میں تحریر فرمایا کہ'' سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہے۔ بہت سے ائمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں، جن سے عدم سماع موتیٰ معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے اور استدلال عدم سماع آیت: ''انک لا تسمع الموتیٰ'' وغیرہ سے کرتے ہیں اور مجوزین کا استدلال حدیث ''ما انتم باسمع منھم'' اور حدیث سماع قرع نعال سے ہے اور آیت مذکورہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نفی سماع قبول کی ہے۔ غرض یہ کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول فیصل ہونا اس میں دشوار ہے۔ پس عوام کو سکوت اس میں مناسب جب کہ علماء کو بھی اس میں تردد ہے اور دلائل فریقین موجود ہیں اور جب کہ سماع موتیٰ میں اختلاف ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہوا کہ بزرگان دین کے مزارات پر اس طرح دعا کرنا کہ تم اللہ سے دعا کرو کہ میری فلاں حاجت پوری فرما دے۔ یہ بھی مختلف فیہ ہوگا۔ البتہ احوط یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے کہ یا اللہ اپنے اس نیک بندے کی برکت سے میری دعا قبول فرما اور میری حاجت پوری فرما۔'' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۵۶۱)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب کے مذکورہ بالا فتویٰ اور اس طرح دیگر فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عام موتیٰ کا عدم سماع راجح ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ قائلین سماع موتیٰ کے حق میں کسی قسم کے تشدد کے قائل نہیں ہیں، نہ ہی ان پر کوئی فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ وہ سماع موتیٰ کے مسئلہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافی مسئلہ سمجھتے ہیں اور سماع موتیٰ کو بہت سے ائمہ کا مسلک بتاتے ہیں۔ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو جانب دلائل ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں قول فیصل دشوار ہے۔ نیز سکوت کو احوط قرار دیتے ہیں بلکہ حضرت مفتی صاحب بزرگان دین کے توسل کے بھی قائل ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کے بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ کو حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کے ساتھ کسی مسئلہ اور عقیدہ میں اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہی اختلاف ہے۔ لیکن دلیری دیکھئے اپنی تحریروں اور تقریروں میں عوام کو یہ تاثر دیتے جا رہے ہیں کہ دار العلوم دیوبند کے مفتی اوّل ہمارے ہم خیال ہیں اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حد ہوگئی غلط بیانی کی اور دھوکہ بازی کی۔

چالبازوں کی چالبازی

منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ جب بھی کسی کتاب میں عام موتیٰ کے عدم سماع کا مسئلہ دیکھتے ہیں تو فوراً اس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں تصریح فرما چکے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا سماع تو اجماعی مسئلہ ہے۔ آج تک کسی نے ان کے سماع کا اختلاف نہیں کیا جو کچھ اختلاف ہے وہ عام موتیٰ کے سماع کا ہے اور عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کو اختلافی

مسئلہ بنانا اور عام موتی کے عدم سماع کے دلائل کو انبیاء کرام علیہم السلام پر چسپاں کرنا چالبازوں کی ایک خطرناک چال ہے۔

سماع موتی پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے شروع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نے پیش لفظ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے اور اس میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کے حالات وکمالات اور کرامات کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ''حسب بیان دفتری نور الحق صاحب ایک عجیب وغریب صورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا رفیع الدین کے والد ماجد کی قبر میں سے ہر جمعرات کو قرآن شریف کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی، جس کا لوگوں میں چرچا شروع ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس قبر کے ارد گرد جمع ہونے لگے اور جمگھٹا شروع ہو گیا۔ ہر وقت گھیرے رہتے۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ ہو سکتا تھا کہ توجہ الی الخلق بڑھ جاتی اور توجہ الی اللہ گھٹ جاتی اور وہ توکل جو بصورت عبادت ہمہ وقت حق تعالیٰ کے سامنے نمایاں ہوتا۔ قبر کے ساتھ لگ کر منقسم ہو جاتا۔ جیسا کہ اس قسم کی غیر معمولی صورتوں سے اس قسم کے نتائج برآمد ہوتے رہتے ہیں اور بہت سی بدعات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اسے محسوس فرمایا اور ایک دن اس قبر پر تشریف لے گئے۔ مقررہ وقت پر وہ تلاوت کی آواز سنائی دی تو اسی وقت حضرت ممدوح نے فرمایا۔ کیوں لوگوں کو فتنہ میں مبتلاء کر رکھا ہے۔ اس جملے کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہ آواز بند ہوگئی اور پھر کبھی سنائی نہیں دی۔ کیا ٹھکانہ ہے اس تصرف کا جو زندوں سے گزر کر برزخ تک پہنچا ہوا ہو اور قبر والوں پر بھی موثر ہوتا ہو۔ گویا قبر والے برزخ میں بھی ان مربیان دین کے وعظ وپند اور تنبیہ کے شائق اور ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۴۳)

حضرات گرامی! اس میں شک نہیں کہ مفتی عزیز الرحمن عام موتی کے عام سماع کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل منکر نہیں ہیں۔ بلکہ سماع فی الجملہ کے وہ بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے قبر پر جا کر صاحب قبر کو جہر بالقرآن پر تنبیہ فرمائی اور آواز آنی بند ہوگئی۔

(۱۲) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے خاص کر عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تالیفات میں دل کھول کر مدلل طور پر بڑی بسیط وتفصیل سے بیان فرمایا ہے، جن اہل علم نے حضرت شیخ کی فضائل درود اور فضائل حج کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ یقیناً بندہ عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق کریں گے۔ لیکن خدا برا کرے ضد اور ہٹ دھرمی کا کہ منکرین حیات قبر ہمارے اکابر کے نام پر دھوکہ دہی سے باز نہیں آرہے بلکہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلسل یہ راگ الاپتے چلے جا رہے ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے ہم خیال تھے اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حالانکہ یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ کوئی سلیم الطبع اور منصف مزاج آدمی اس کو باور نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اپنے عقل کی آنکھیں بند کر کے یہی ایک آواز لگائے جا رہے ہیں کہ ہم مسلک اکابر پر ہیں۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث کے صحیح مسلک کو ضبط تحریر میں لایا جا رہا ہے تاکہ سادہ لوح حضرات دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے محفوظ رہیں۔ حضرت شیخ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات ہیں، غور فرمایئے۔

۱...... شیخ الحدیث رحمہ اللہ حدیث نقل فرماتے ہیں: ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلّى علىّ عند قبرى سمعة ومن صلّى علىّ نائياً ابلغته رواه البيهقى فى شعب الايمان كذافى المشكوٰة وبسط السخاوى فى تخريجه'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

فائدہ: علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ ''جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضور ﷺ تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ اس کو خود سنتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضور ﷺ بنفس نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابل فخر قابل عزت قابل لذت چیز ہے۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۰)

۲...... شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں: ''اس روایت میں حضور ﷺ کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ اپنی قبر شریف میں اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ہی کی روایت سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز مسلم ہی کی روایت سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (فضائل درود شریف ص ۳۳)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ''علامہ سخاوی رحمہ اللہ کا اشارہ اس حدیث پاک کی طرف ہے جو ابوداؤد شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ جل شانہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۷)

۴...... حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں: ''یہاں (روضہ رسول اللہ ﷺ) پہنچ کر اپنے قلب کو نہایت ہیبت اور تعظیم سے بھرپور کر لے۔ گویا کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت کر رہا ہے اور یہ تو محقق ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس کا سلام سن رہے ہیں۔'' (فضائل درود شریف ص ۴۳)

۵...... حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا من الصلوٰة علىّ يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهده الملائكة وان احداً لن يصلى علىّ الا عرضت علىّ صلوٰته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام رواه ابن ماجة باسناد جيد كذافى الترغيب زاد السخاوى فى آخر الحديث فنبى الله حى يرزق۔ ويسبط فى تخريجه واخرج معناه عن عدة من الصحابه قال العلى القارى وله طرق كثيرة بالفاظ مختلفة'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا

کرو۔ اس لئے کہ یہ مبارک دن ہے ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس سے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے انتقال کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! انتقال کے بعد بھی۔ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس کوئی فرق نہیں ہے ان کے لئے دونوں حالتوں میں یعنی زندگی اور موت میں اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔ مراد حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی مراد ہے اور رزق سے مراد رزق معنوی بھی ہو سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی مانع نہیں کہ رزق حسی مراد ہو اور وہی ظاہر اور متبادر۔'' (فضائل درود شریف ص ۶۱)

۶...... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حیات وسماع الانبیاء علیہم السلام کے متعلق اپنی کتاب فضائل حج میں بھی تفصیل سے گفتگو فرمائی جو کہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اہل علم ضرور مطالعہ فرما کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا وہی موقف ہے جو دوسرے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا ہے۔ وہ اسی زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں اور تعلق روح اس میں قبر کارروائی کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''قال النووی مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تضاهرت عليه الدلالة من الكتاب والسنة قال عز اسمه النار يعرضون عليها غدوا وعشيا واما الاحاديث فلا تحصى كثرة ولا مانع في العقل من ان يعيد الله الحياة في جزء من الجسد او في الجميع على خلاف بين الاصحاب فيثيبه ويعذبه ولا يمنع من ذلک کون المیت قد تفرقت اجزائه كما يشاهد في العادة او اكلته السباع والطيور وحيتان البحر لشمول علم الله تعالى وقدرته فان قيل نحن نشاهد الميت على حاله فكيف يسئل ويقعد ويضرب ولا يظهر اثر؟ فالجواب انه ممكن وله نظير محي المشاهدة وهو النائم فانه يجد لذة والما يسمعه ويتفكر فيه ولا يشاهد ذلک جلیسه وکذالک جبرائیل یاتی النبی ﷺ فیوحی بالقرآن المجید ولا یراه اصحابه'' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل السنۃ کا مذہب عذاب قبر کا اثبات ہے اور اس پر کتاب وسنت کی دلالت بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آل فرعون صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یعنی عالم قبر وبرزخ میں اور احادیث تو اتنی کثیر ہیں کہ شمار سے بھی باہر ہیں اور اس میں کوئی عقلی رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جسد عنصری یا اس کی جز میں حیات لوٹا دیتے ہیں۔ جیسا کہ اصحاب اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اور اس حیات کے ساتھ اس کو ثواب وعذاب دے اور عذاب میت سے یہ چیز بھی مانع نہیں ہے کہ عادۃ عام مشاہدہ میں میت کے اجزاء منتشرہ ہو گئے یا اس کو پرندے اور درندے کھا گئے اور دریا کی مچھلیاں کھا گئیں۔ کیونکہ اللہ کا علم اور قدرت اس کو شامل ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہم میت کو اپنی حالت پر دیکھتے ہیں تو قبر میں اس کو کس طرح بٹھایا جاتا ہے اور کس طرح اس سے سوال کیا جاتا ہے اور

کس طرح اس کو مارا جاتا ہے اور کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اور مشاہدہ میں اس کی نظیر موجود ہے اور وہ عالم خواب میں جانے والا شخص ہے۔ وہ عالم خواب میں لذت اور تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ اس کو سنتا اور اس میں فکر کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا ان چیزوں کو نہیں دیکھتا اور اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں قرآن مجید لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو نہیں دیکھتے تھے۔ (اوجز المسالک ج ۲ ص ۳۰۷)

عام موتی کے سماع میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

عام موتی کے سماع کے متعلق حضرت شیخ الحدیث کا موقف بھی علماء اہل السنۃ دیوبند والا ہے۔ آپ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''اصل مقصود ان دونوں حضرات (شیخین رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں سفارش کی درخواست ہے کہ یہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست اور سفارش کردیں۔'' (فضائل حج ص ۱۵۰)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ زائرین جب روضہ اقدس ﷺ پہ سلام کے لئے حاضری دیں تو حضور اکرم ﷺ کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرات شیخین مکرمین رضی اللہ عنہما پر بھی سلام پیش کریں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہماری سفارش کریں۔ ظاہر ہے کہ جب شیخ الحدیث مشورہ دے رہے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سفارش کی درخواست پیش کی جائے تو ان کے نزدیک شیخین زائرین کا سلام وکلام سنتے ہیں۔ ورنہ درخواست وسفارش کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ غیر انبیاء کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔

قارئین کرام! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ جو ان کی تالیفات سے بالکل واضح ہے اور اب اگر کوئی شخص ان مذکورہ بالا عقائد کے برعکس کوئی بات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو یقیناً مفتری، دغاباز ہے اور مولانا کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے راہ پر چلائے اور ضلالت گمراہی سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین!

(۱۳) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام! خصوصاً طلباء کرام ہمارے اسلاف اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کثر اللہ سوادہم ونور اللہ مراقدہم دین اسلام کے سچے خادم اور ملک وملت کے وفادار پاسبان ہیں۔ علماء دیوبند کے عقائد واعمال اصول اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس شرعی کے بالکل موافق اور سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات وتعبیرات کے عین مطابق ہیں۔ خیر القرون کی پیروی اور تابعداری ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اسلام بیزاری اور تجدد پسندی سے یہ لوگ دور ونفور رہتے ہیں۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد ونظریات اور مسائل کے جو خطوط کھینچے ہیں، یہ حضرات ان کی لکیر کے فقیر بننے کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کے نزدیک صحابہ کرام معیار حق اور ایمان کی کسوٹی ہیں۔

چنانچہ علماء دیوبند اپنی اس خداداد فراست دینی سوچ اسلامی نظر وفکر اور وہبی صلاحیتوں کی وجہ سے بقیہ نظریات کی طرح عقیدہ حیات قبر اور اس کے مخصوص شعبہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو خیر القرون کے سلف صالحین سے تواتر اور توارث کے ساتھ امت میں چلا آرہا ہے کہ اس زمین والی قبر میں عالم برزخ

کی کارروائی ہوتی ہے۔ یہ دنیا والا جسم عنصری روح کے ساتھ ثواب و عذاب میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ روح اور جسم کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق جڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان اپنی قبر میں رنج و راحت کو محسوس کرتا ہے۔ یہی ارضی قبر اس کے لئے برزخی مقام ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بہ تعلق روح مع الجسم العنصری زندہ ہیں اور زائرین کے صلوٰۃ وسلام کو سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ پر تمام اکابر علماء دیوبند کا اتفاق ہے۔ آج تک کسی دیوبندی عالم دین نے اس میں اختلاف رائے نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے اکابر کی اس میں دو رائیں ہیں۔ لیکن شومئ قسمت کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام افراد باوجود کہ درجنوں مسائل میں راہ تفردات اختیار کر کے علماء اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹ اور کٹ چکے ہیں اور ایک نئے فرقہ کی داغ بیل رکھ چکے ہیں۔ پھر بھی دھوکہ دینے کی غرض سے اکابر علماء دیوبند کے متعلق تقریروں اور تحریروں میں یہ تاثر دیئے جا رہے ہیں کہ علماء دیوبند ہمارے ہم خیال اور ہم عقیدہ ہیں۔ یعنی علماء دیوبند حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی عند القبر الشریف آپ کی سماعت کے قائل ہیں، نہ ہی دور سے پڑھا ہوا درود وسلام آپ کی ذات اقدس تک پہنچایا جاتا ہے اور نہ ہی اس زمین والی قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے نہ تعلق اور نہ ہی مردہ انسان قبر کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے۔

حالانکہ یہ سب جھوٹے الزامات ہیں۔ اکابر کا دامن ان غلط نظریات سے بالکل پاک و صاف ہے۔ ادھر علماء دیوبند کئی بار بلکہ بار بار یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ اہل اشاعت اپنے گمراہ کن نظریات کی وجہ سے مسلک اکابر علماء دیوبند سے خارج ہو چکے ہیں، نہ یہ سنی ہیں اور نہ ہی دیوبندی کہلانے کے مستحق بلکہ معتزلہ ہیں۔ ان غلط عقائد اپنانے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی اقتداء میں نماز جیسا فریضہ ادا کرنا جائز نہیں۔ لیکن اہل اشاعت اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کر کے صرف یہی راگ الاپتے جا رہے ہیں کہ ہم علماء دیوبند مسلک کے ٹھیکیدار اور اکیلے وارث ہیں۔ علماء دیوبند ہمارے ہم مسلک اور ہم ان کے جانشین ہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے۔

ویسے تو عصر ہذا کے معتزلہ ہمارے تمام علماء دیوبند رحمہم اللہ پر یہ غلط الزام عائد کرتے ہیں۔ لیکن چند اکابر کو بہت زیادہ بدنام کرتے ہیں اور ان کے نام پر سادہ لوح عوام اور خالی الذہن طلباء کو جلد دھوکہ دہی میں پھنسا دیتے ہیں۔ جن میں سرفہرست حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ ہیں۔

مفتی کفایت اللہ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

۱...... حضرت سے سوال کیا گیا کہ محفل مولود میں لفظ ''یا رسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ، السلام علیک'' پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے۔ لہٰذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ ''یا رسول اللہ یا حبیب اللہ'' ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے، جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی ﷺ میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں۔

''قال النواب صدیق خان البوفالی القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلوٰۃ علیہ ﷺ و منھا قیام ملک علی قبرہ ﷺ اعطائہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاھا کما فی حدیث واثق ابن حبان رواتہ وودت احادیث بمعناہ ثابۃ وللہ الحمد ومنھا انھا سبت لرد النبی ﷺ علی المصلی والمسلم علیہ کما ورد بسند حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ''

ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک محفل مولد میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا محفل میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے۔ نہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولد میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن و روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم کے؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بے اعتبار ہے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔'' (فتاویٰ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۹)

قارئین! آپ مفتی صاحب کے مذکورہ بالا فتویٰ میں غور فرمائیں اور اسے بار بار پڑھیں۔ حضرت مفتی صاحب حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں بہ اتصال روح مع الجسم العنصری زندہ تسلیم کر رہے ہیں۔ اسی لئے تو فرما رہے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس مجلس مولود میں تشریف لائے تو بدن مبارک سے مفارقت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے حیات قبر میں فرق پڑتا ہے۔ بہر حال آپ ﷺ کی روح اقدس کو بدن مبارک کے مفارقت نہیں ہے۔ یہی عقیدہ حضرت مفتی صاحب کا اور دیگر علماء اسلام کا ہے۔ حضرت مفتی صاحب یہ بھی تسلیم فرما رہے ہیں کہ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر قبر مبارک میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ بھی حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔

تنبیہ: عالم قبر و برزخ میں روح اور جسم کے تعلق کو علماء اسلام نے کئی الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً اتصال کا تعلق اشراق کا تعلق وغیرہ وغیرہ! بہر حال تعلق کے سب قائل ہیں۔ خواہ کیسا ہی ہو، عموماً اکابر تعلق کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اس تعلق کو اتصال اور اشراق وغیرہ سے تعبیر کرتا ہے تو وہ قابل گرفت نہیں ہے۔ اسی طرح تعبیرات کے مختلف الفاظ سن کر تضاد بیانی کی تہمت لگانا بھی سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔ ہم جیسے طالبین علوم نبوت کے لئے اتنا کافی ہے کہ روح اور جسد کے مابین تعلق ہے جس کی وجہ سے حیات قبر ثابت ہے۔ اس سے اگلی باتیں خالص علمی باتیں ہیں اور وہ اہل علم کا کام ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ حیات ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ ''جماہیر امت محمدیہ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ بات کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے۔ یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے۔ وہ حیات حضور انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں۔ اللہ نے خود قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا: ''انک میت وانھم میتون'' اور دوسری جگہ فرمایا: ''افان مات او قتل'' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا تھا:

''من کان یعبد محمدا فان محمدا قدمات'' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۰۲)

قارئین! اس فتویٰ میں بھی مفتی صاحب نے صاف لفظوں میں حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر میں حیات مخصوصہ کو تسلیم فرمایا ہے۔

تنبیہ: حضرت مفتی صاحب کا حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر بتعلق روح تسلیم کر لینے کے بعد یہ فرمانا کہ حیات قبر کے باوجود آپ ﷺ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایک دفعہ موت والا قانون پورا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و تدفین عمل میں آئی۔ علماء اسلام آپ کی حیات بعد الوفات کے قائل ہیں اور جو شخص ایک دفعہ موت کا مزا چکھ کر دنیا سے رخصت ہو کر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جائے، اس کی طرف مات یموت موتا کی نسبت کرنا درست ہے اور اس پر میت کا اطلاق بھی درست ہے۔ حتیٰ کہ شہداء کرام جو کہ بنص قطعی زندہ ہیں ان پر بھی میت کا اطلاق اور ان کی طرف موت کی نسبت ہوسکتی ہے۔ مثلاً ''مات عمر'' اور ''قتل عمر'' کہنا بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ رفتگان دنیا عالم دنیا کے اعتبار سے میت اور عالم قبر و برزخ کے اعتبار سے زندہ ہیں۔

چنانچہ محدث کبیر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب اعلاء السنن میں ایک باب قائم کیا ہے۔ ''باب الاضحیۃ عن المیت'' اور اس کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ اثر بیان فرمایا ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف قربانی کروں اور پھر اس پر خود ہی سوال قائم کیا کہ اثر اور باب میں مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ باب میت کی طرف سے قربانی کرنا اور اثر میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کی۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ تو قبر میں زندہ ہیں تو اس سوال کا جواب یہی دیا کہ بے شک حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ عالم قبر و برزخ کے لحاظ سے زندہ ہیں اور عالم دنیا کے اعتبار سے میت ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا والوں کا مرحومین کو میت کہنا ان کی حیات قبر کے قطعاً منافی نہیں اور اسی حقیقت کو بتانے کے لئے حضرت مفتی صاحب نے یہ سب کچھ ارشاد فرمایا۔ (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۶۸)

منکرین حیات قبر کی خوفناک چال

منکرین حیات قبر عصر ہذا کے معتزلہ ایک خطرناک چال یہ چلتے ہیں کہ لفظ میت کے اطلاق سے حضور اکرم ﷺ کا صرف جسم مراد لیتے ہیں اور حیات سے مراد صرف آپ ﷺ کی روح لیتے ہیں۔ اس چال سے وہ روح اور جسم کے تعلق کی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا تصور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور دیگر تمام علماء اسلام کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا نہ ہی انہوں نے بعد از فات آپ کی ذات اقدس پر اطلاق میت سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور نہ ہی ایسا نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ اوّل میں غور فرمائیں کہ وہ تو آپ ﷺ کی روح اقدس کا آپ کے تشریف لانے کے اس لئے قائل نہیں۔ کیونکہ روح اقدس کی بدن مبارک سے مفارقت لازم آتی ہے اور اس مفارقت سے حیات قبر میں فرق پڑتا ہے۔

انصاف فرمایئے حضرت مفتی صاحب کو تو ایک لحظے کے لئے روح اقدس کی بدن مبارک سے مفارقت گوارا نہیں۔ وہ کیسے عدم تعلق کے قائل ہو سکتے ہیں، لہٰذا اطلاق میت سے جسم کے حیات کا انکار کرنا اور عدم تعلق کا

نتیجہ کشید کرنا ایک خوفناک چال ہے۔ دھوکہ بازی اور فریب دہی ہے۔ کیونکہ اطلاق میت حیات قبر کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ نیز میت اور حیات کا یہ اطلاق حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لفظ میت سے آپ کا جسم مراد لینا اور حیات سے روح کی حیات مراد لینا اور یوں عدم تعلق اور عدم حیات ثابت کرنا بھی نہایت خطرناک چال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کو عالم قبر میں مطلع فرما دیں کہ تمہارے اطلاق میت کے قول سے یار لوگوں نے عدم حیات قبر اور عدم تعلق کشید کر لیا ہے تو یقیناً وہاں ان کی روحیں کانپ اٹھیں گی۔ ''اعاذنا اللہ منہم و جمیع المسلمین''

۳...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ حیات النبی ﷺ ثابت ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں! انبیاء علیہم السلام کی حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطاء فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات ہوتی ہے جو اولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے۔ مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازمات ان میں پائے نہیں جاتے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں لکھا کہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی ہے اور دوسرے تمام لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کرام کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کی اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ ''انک میت و انھم میتون'' اس کی صریح دلیل ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب نے مذکورہ بالا دونوں فتاویٰ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبور کو واضح لفظوں میں تسلیم فرمایا ہے۔ جب کہ فتویٰ اوّل میں یہ وضاحت فرما چکے ہیں کہ یہ حیات قبر بعلق اتصال روح مع الجسم العنصری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بدن مبارک سے روح کی مفارقت کو گوارا نہیں کرتے۔ البتہ حضرت مفتی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ آپ ﷺ دنیا کے اعتبار سے اموات میں داخل ہیں تو اس کا مطلب بندہ عاجز نے مذکورہ بالا سطور میں بیان کر دیا ہے کہ اس سے نہ تو بدن مبارک کی حیات کی نفی کرنا مقصود ہے اور نہ ہی تعلق کی نفی کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو مفتی صاحب اپنے فتاویٰ میں تسلیم کر چکے ہیں بلکہ مقصد وقوع موت بتلانا ہے جس کے سب علماء اسلام قائل ہیں اور حیات فی القبور کو ثابت کرنا ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے اعتبار سے میت اور قبر کے اعتبار سے زندہ ہیں اور یہ زندگی دنیا والے بدن مبارک سے تعلق کے ساتھ ہے۔

اطلاق میت اور حیات قبر

اطلاق میت، حیات قبر تو کجا حیات دنیوی کے بھی منافی نہیں ہے۔ کج فہم نادانوں نے تو اطلاق میت سے حیات قبر کا انکار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ قبر تو کجا یہ اطلاق تو حیات دنیوی کے بھی منافی نہیں ہے۔ دیکھئے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ''انک میت و انھم میتون'' اس وقت آپ ﷺ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق کیا گیا۔ حالانکہ آپ ﷺ حیات دنیا کے ساتھ زندہ تھے۔ اگر اس وقت آپ ﷺ زندہ نہ تھے تو یہ آیت کس پر نازل ہوئی؟ معلوم ہوا آپ ﷺ حیات دنیوی کے ساتھ زندہ تھے اور آپ کو میت کہا گیا۔ لہٰذا اطلاق میت حیات دنیا کے منافی

نہیں۔ اسی طرح حیات قبر کے بھی منافی نہیں۔ جب دنیا میں آپ کو میت کہا گیا تو مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے موت کا محل وقوع بننا ہے اور جب آپ ﷺ پر موت والا قول پورا ہو گیا تو آپ ﷺ موت کا محل وقوع بن چکے ہیں۔ موت کا محل وقوع بننے کے بعد اللہ تعالیٰ ہر مردہ انسان کو جزا سزا اور امتحان قبر کے لئے ایک خاص قسم کی حیات عطاء فرماتے ہیں۔ یہ حیات بعد الوفات اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو سب سے اونچی افضل اور برتر عطاء فرماتے ہیں اور یہ حیات بعد الوفات کتاب وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ لہٰذا اطلاق میت سے قبر کی حیات کی نفی کرنا یا عدم تعلق کشید کرنا پرلے درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔ جو لوگ بھی اطلاق میت کے قائل ہیں وہ سب حضرات حیات قبر اور تعلق روح کے قائل ہیں اور ان کی اپنی تحریریں شاہد عدل ہیں۔ باقی رہا حضرت مفتی صاحب کا یہ فرمان کہ قبر کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی زندگی ہے تو بجا اور درست ہے۔ لیکن اس فرمان سے بدن مبارک کی حیات کا انکار کرنا یا روح اور بدن کے تعلق کا انکار سمجھنا نری جہالت اور خالص حماقت ہے۔
کیونکہ جب حضرت مفتی صاحب اپنے فتاویٰ میں روح اور بدن مبارک کے تعلق کو تسلیم فرما چکے ہیں اور روح کی بدن مبارک سے مفارقت ان کو کسی صورت بھی گوارا نہیں، ان کی کسی عبارت کا ایسا مطلب لینا کہ حیات بدن وتعلق روح کا انکار لازم آئے۔ یہ یقیناً تاویل القول بما لا یرضیٰ بہ القائل کی بدترین مثال ہے اور نہ ہی برزخ کے کہنے سے حیات بدن اور تعلق روح کی نفی ہوتی ہے بلکہ اس سے تو قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی جاتی ہے۔

برزخ وقت اور زمانہ کو کہتے ہیں جو کہ موت سے لے کر قیام قیامت کے وقت کو محیط ہے۔ مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ عالم برزخ میں ہے۔ برزخ کا زمانہ روح اور بدن دونوں کو شامل ہے۔ موت کے بعد روح اور جسم دونوں برزخ میں داخل ہو جاتے ہیں اور حیات برزخ دونوں کو حاصل ہے۔ لفظ برزخ سے نہ قبر کی نفی ہوتی ہے نہ تعلق روح کی۔ ایسا سمجھنا سوئے فہم اور قلت تدبیر کا نتیجہ ہے۔

اور حضرت مفتی صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ قبر کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی زندگی بالکل ہر لحاظ سے دنیاوی زندگی کی طرح نہیں۔ کیونکہ دنیاوی زندگی ہر شخص کو محسوس ہوتی ہے اور ''تشعرون'' کے درجہ میں ہے۔ جب کہ قبر کی زندگی ہر شخص کے لئے محسوس و مبصر نہیں ہے بلکہ ''ولکن تشعرون'' کے درجہ میں ہے۔ یعنی ظاہراً کی نفی فرما رہے ہیں۔ ورنہ حضرت مفتی صاحب تو دنیا والے جسد مبارک کے روح کا اتنا قوی تعلق اور اتصال تسلیم کرتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان مفارقت کو گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا مفتی صاحب کے اس قول سے عدم تعلق نکالنا اور بدن کی حیات کی نفی سمجھنا ایک قسم کی سینہ زوری اور دھوکہ بازی ہے۔ بہر حال حضرت مفتی صاحب حیات قبر اور روح بدن مبارک کے محکم رشتہ کو کھلے لفظوں میں تسلیم فرما چکے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف حیات بدن کا انکار اور عدم تعلق کا قول منسوب کرنا الزام و بہتان ہے، جن سے وہ بری الذمہ ہیں۔

۵...... بریلویوں کے امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بہت سے غلط عقائد ہمارے اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کر کے علماء حرمین شریفین سے ان کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی تو علماء حرمین نے ایک سوال نامہ مرتب کر کے دیوبند بھیجا تاکہ ان کے عقائد معلوم کر کے صحیح صورتحال کی واقفیت حاصل کی جائے۔ محدث کبیر فخر المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے سوالات کے جوابات لکھے اور اس دور کے چوبیس اکابر علماء دیوبند نے اس پر تصدیقی دستخط فرمائے اور بعد کے علماء بھی اس پر دستخط فرماتے چلے آرہے ہیں۔ اس رسالہ کا نام ہے: ''المہند علی

المفند ‘‘ یعنی عقائد علماء دیو بند یہ رسالہ دراصل عربی زبان میں ہے۔لیکن اردو ترجمہ کے ساتھ بار بار شائع ہوتا رہتا ہے۔اس میں پانچواں سوال عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ہے،جس کا جواب علماء اہل السنت والجماعت علماء دیو بند نے یوں لکھا ہے:’’ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور وہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ’’انباء الاذکیا بحیوٰۃ الانبیاء ‘‘ میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ انبیاء وشہداء کی حیات قبر میں ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اسی کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کا نام ’’ آب حیات ‘‘ ہے۔‘‘

قارئین کرام! حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا جواب اور تمام دیگر جوابات کی تصدیق وتائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:’’ میں نے تمام جوابات دیکھے۔ پس سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد بھی شک یا ریب نہیں گھوم سکتا اور یہی میرا عقیدہ ہے اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ میں ہوں بندہ ضعیف امیدوار رحمت خداوندی محمد کفایت اللہ شاہ جہان پوری حنفی مدرسہ امینیہ دہلی۔‘‘

<u>وضاحت</u>: ہمارے جن اکابر نے آپ ﷺ کی حیات قبر کو دنیوی کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ آپ کی حیات دنیا والے جسم کے ساتھ ہے اور جنہوں نے حیات دنیاوی کی نفی کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ بالکل ہر لحاظ سے دنیاوی ظاہری نہیں ہے کہ ہر شخص کو محسوس مبصر ہو، دنیوی حیات اور برزخی حیات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔اس طرح قبر و برزخ کے مفہوم میں کوئی تعارض نہیں۔ یہ ہے مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کہ وہ آپ ﷺ کو مبارک میں بتعلق روح الجسم العنصری زندہ سمجھتے ہیں۔

سماع النبی ﷺ عند القبر الشریف اور مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء اسلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور اس کے بھی قائل ہیں کہ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔جیسا کہ تمام علماء دیو بند کا متفقہ عقیدہ ہے۔ چنانچہ درج ذیل فتاویٰ اس پر شاہد عدل ہیں۔

۱...... منکرین حیات کے سرکردہ عالم اور اولین رہنما جناب سجاد بخاری کی اپنی مشہور کتاب ’’اقامۃ البرھان علی ابطال وساوس ھدایۃ الحیران ‘‘ میں مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ ’’انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔‘‘

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی مدرسہ امینیہ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۳)

یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد جناب سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ اصل فتویٰ راقم الحروف (سجاد بخاری)

کے پاس محفوظ ہے۔ جو راقم کو مولانا عبد المجید حال خطیب سرائے عالمگیر سابق خطیب نوشہرہ ورکاں سے حاصل ہوا۔ فتوے کی پوری عبارت حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۳)

(نوٹ) یہ فتویٰ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگ رہنما جناب قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب ''مسالک العلماء'' ص ۱۴۷ پر بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وہ فتویٰ ہے جس کو عصر ہذا کے معتزلہ کے مشائخ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس فتویٰ کی اصل بھی ان کے پاس ہے اور یہ دعویٰ بھی انہی کا ہے کہ یہ فتویٰ حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور ان کے دستخط اور مہر بھی ثبت ہے۔ اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب نے عند القبر الشریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع سلام کو واضح لفظوں میں تسلیم فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کے پاس سلام پڑھنے اور اس کے سننے کے قائل ہیں۔

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ دور سے پڑھا ہوا درود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود سنتے ہیں؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ ''دور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بذات خود درود شریف سننا ثابت نہیں۔ ملائکہ کے ذریعے سے درود شریف حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۲)

مذکورہ بالا فتوے میں بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کے مطابق دور سے بذات خود سننے کی نفی کی ہے۔ معلوم ہوا قریب سے سننے کے قائل ہیں۔

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کا ہر جگہ سے خطاب اور کلام سن لیتے ہیں۔ گویا حضرت حق تعالیٰ کی صفت کی ہر جگہ ہر شخص کی بات سننا اور ہر شئے کو دیکھتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس طرح پائی جاتی ہے کہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حواس اور ذرائع علم کے ساتھ موجود اور ہر شخص کی بات سنتے ہیں۔ ایک شرکیہ عقیدہ ہے۔ ہاں! صلوٰۃ وسلام میں ''السلام علیک ایھا النبی'' کہنا اس بناء پر جائز ہے کہ درود وسلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ پہنچا دیتے ہیں تو اس عقیدے کے خطاب کے صیغے درود وسلام میں استعمال کرنا درست ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۸)

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دور سے بذات خود درود وسلام سننے کی نفی کرتے ہیں نہ کہ قریب سے سننے کی۔ کیونکہ اس کے تو وہ خود قائل ہیں۔ البتہ دور والا صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ آپ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

۴...... حضرت مفتی صاحب کا یہ عقیدہ کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ مولانا کی کتب میں مندرجہ ذیل مقامات پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۶۷)

عام موتی کے سماع کے متعلق مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

بندہ عاجز نے کفایت المفتی کے ہر اس مقام کا بغور مطالعہ کیا۔ جہاں مسئلہ حیات وسماع کے پائے جانے کا امکان موجود تھا تو از روئے دیانت میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سوائے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبر کسی کے سماع کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک بجز انبیاء کے عدم سماع راجح ہے۔ البتہ وہ عام موتی کے سماع یا عدم سماع کو کفر واسلام کا مسئلہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس میں وہ کسی قسم کا تشدد کرتے ہیں اور نہ ہی

قائلین سماع پر شرک وکفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔حتیٰ کہ وہ عام موتی کے سماع کے امکان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔درج ذیل اقتباسات سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف واضح ہوتا ہے۔

۱...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ سماع موتی علماء محققین کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس میں اختلاف تھا۔قرون صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔اکثر صوفیاء سماع موتی کے قائل ہیں۔لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تجہیل یا تفسیق کرسکے۔کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا۔تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے گا۔''ولا شک فی فسادہ'' (کفایت المفتی ج۱ص۲۰۱)

۲...... حضرت ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: قبرستان میں جاکر ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کہنا جائز ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عذاب سے سلامتی کے دعا دینا مراد ہے۔''یا'' بے شک حرف ندا ہے۔مگر ندا اور خطاب کبھی نہ سننے والے کو بھی کردیا جاتا ہے۔جیسے ''ھل انت اصبع دمیت وفی سبیل اللہ مالقیت'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ نے انگلی کو خطاب کرکے فرمایا کہ تو ایک انگلی ہے کہ خون آلود ہوگئی اور یہ تکلیف اللہ کے راستے میں تو نے اٹھائی ہے اور ممکن ہے۔اللہ یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہو۔باقی اور کلام مردے نہیں سنتے۔'' (کفایت المفتی ج۴ص۱۹۲)

مذکورہ بالا فتاویٰ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے نزدیک عام موتی کا عدم سماع راجح ہے۔لیکن یہ بھی بالکل واضح ہے کہ اس مسئلہ میں وہ عصر ہذا کے معتزلہ کے ہم خیال اور ہم مسلک بھی نہیں۔کیونکہ وہ اس مسئلہ کو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مختلف فیہ سمجھتے ہیں اور اس کے ہردو جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلیم کرتے ہیں۔کسی جانب تشدد اور فتویٰ بازی کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔کیونکہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سماع موتی کے قائلین پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں اور سماع موتی کے مسئلہ کو شرک کا دروازہ قرار دیتے ہیں۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدم سماع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کی نفی کرتے ہیں۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ عام موتی کے سماع کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سماع موتی کو نص قطعی کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

۳...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ عدم سماع موتی کی وجہ تحریر کرتے ہیں۔''حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر طویل بحث کی ہے۔اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء حنفیہ نے تلقین بعد الدفن سے منع کیا ہے۔ان کی ممانعت کا منشاء عدم سماع موتی کا مسئلہ ہوا ہے اور عدم سماع موتی کا مسئلہ انہوں نے مسئلہ یمین ''لو حلف لا یکلم فلاناً فکلمہ بعد موتہ الا یحنث'' سے اخذ کیا ہے۔اس سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے کہ تلقین بعد الدفن کا مسئلہ ظاہر الروایۃ میں نہیں ہے۔'' (کفایت المفتی ج۴ص۷۳)

حضرت مفتی صاحب کے مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ سماع موتی اور عدم سماع موتی کی

بنیاد قرآن مجید کی کسی نص قطعی الدلالۃ پر نہیں ہے۔ ہاں! فریقین نے اپنے اپنے مدعا پر بھم خویش ظواہر آیات سے استدلال کیا ہے۔ احناف کے نزدیک عدم سماع کی بنیاد مسئلہ یمین ہے۔ اگر عدم سماع موتی کسی نص قطعی الدلالۃ سے ثابت ہوتا تو یقیناً اس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جب کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کسی فریق کو دوسرے پر تجہیل تفسیق کے الزام کی اجازت نہیں دیتے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر

علماء دیوبند سمیت تمام علماء اہل السنت والجماعت کا عذاب قبر کے متعلق جو عقیدہ ہے کہ اس زمینی قبر میں متعلق روح مردہ انسان میں نوع من الحیٰوۃ یعنی ایک خاص قسم کی حیات پیدا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے روح اور دنیاوالا جسم دونوں قبر کے عذاب وثواب کو محسوس کرتے ہیں اور دونوں کو دکھ سکھ کا ادراک ہوتا رہتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی عذاب قبر کی اس صحیح صورت کے قائل ہیں، جس پر مندرجہ ذیل اقتباسات شاہد عدل ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

۱...... ''ہاں! میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے۔'' فی الشامی ج ۱ ص ۳۴ ولا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لا نہ توضع فیہ الحیوۃ عند العامۃ بقدر مایحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ بل تجعل الحیوۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ التی لا یدرکہ الابصار'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۱)

مذکورہ بالا فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی زمین والی قبر میں مدفون میت میں حیات کو تسلیم فرما رہے ہیں۔ جس وجہ سے مدفون میت کو دکھ سکھ کا ادراک واحساس رہتا ہے اور پھر اس حیات قبر کو مدلل بنانے کے لئے شامی کا حوالہ دیتے ہیں۔ عامۃ الفقہاء حیات قبر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۲...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلقین میت بعد از دفن کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ اسی لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۴ ص ۴۷)

اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مردہ مدفون تلقین کے کلمات ذکر یہ سنے یا نہ سنے، بہرحال اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مردہ مدفونہ کو ذکر اللہ سے فائدہ پہنچنا حیات قبر اور شعور میت کی دلیل ہے۔ اس فتویٰ سے یہ بھی واضح ہے کہ قبر کی کارروائی اور رنج وراحت اسی قبر میں ہوتا ہے۔ جہاں مردہ دفن ہے اور جو لوگ قبروں میں مدفون مردوں کی حیات کے منکر ہیں، وہ معتزلہ ہیں۔

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ مسلمان میت کی تجہیز تکفین اور تدفین وغیرہ کسی کافر سے نہ کرائی جائے۔ اگرچہ وہ میت کے رشتہ دار کیوں نہ ہو اور وہ اپنے اس موقف کی تائید میں فقہ کی کتاب مراقی الفلاح کی ایک عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: ''مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے نہ اس کی قبر میں اترے۔ کیونکہ کافر پر خدا

کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔ خصوصاً دفن کے وقت۔'' (کفایت المفتی ج ۴ ص ۴۰)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان مردہ کی تدفین وغیرہ میں کوئی کافر شامل نہ ہو۔ اگرچہ وہ میت کا قریبی بھی ہو۔ کیونکہ دفن کے وقت مسلمان اللہ کی رحمت کا محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے۔ جب کہ کافر پر اللہ کی لعنت اترتی ہے۔ جس سے مردہ مسلمان کو تکلیف ہوگی۔ معلوم ہوا کہ جو مردہ اسی زمینی قبر میں دفن کیا جارہا ہے، قبر کی کارروائی اور رنج وراحت اسی سے متعلق ہوتی ہے۔ اس لئے کافر کو میت کے قریب جانے سے روک دیا گیا۔ تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔'' (جواہر الایمان ص ۸، بحوالہ دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۱۱۱)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ قبر کا مفہوم اتنا وسیع ہوجائے کہ اس معروف قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہوجائے۔ یعنی یہ نہ سمجھا جائے کہ قبر صرف اسی گڑھے کو کہتے ہیں، جس میں مردہ انسان کو عموماً دفن کیا جاتا ہے، بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو مردہ انسان کے مقام کو شامل ہے اور معروف قبر برزخ کے مفہوم میں داخل ہے جو مردہ اس معروف قبر میں ہے۔ وہ بھی برزخ ہے۔ جو پرندوں درندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ ہے۔ جو خاک اور راکھ ہوچکا ہے وہ بھی برزخ ہے۔ الغرض مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے۔ روح بھی برزخ میں جسم بھی برزخ میں ہے۔ یوں سمجھئے کہ اگر کسی مقام کو برزخی مقام کہا جاسکتا ہے تو وہ یہی قبر ہے۔ اپنے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے یعنی مردہ انسان کا مستقر اور ٹھکانہ۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہمارے جن اکابر نے بھی یہ فرمایا ہے کہ قبر سے مراد صرف یہی گڑھا ہی نہیں بلکہ عالم برزخ ہے۔ ان سب کا مقصد قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے۔ ایسا کہنے والے تمام اکابر کے حاشیہ خیال میں کبھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ کج فہم لوگ پیدا ہوں گے اور وہ ہماری اس قسم کی عبارات سے ہمارے عقیدہ کے خلاف مطلب کشید کر کے خود اصلی اور حقیقی قبر کا انکار کردیں گے۔ الغرض کسی عالم دین نے قبر سے برزخ مراد لے کر حقیقی قبر کی نفی نہیں کی اور نہ ہی ہوتی ہے جو لوگ اکابر کے مذکورہ بالا جملہ سے ناجائز مطلب لے کر قرآن وحدیث والی حقیقی قبر کا انکار کرتے ہیں۔ وہ صرف جاہل نہیں بلکہ اجہل اور احمق ہیں اور اکابر کے نام پر دھوکہ بازی اور فریب بازی کرتے ہیں۔ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن رہے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کا حیات قبر کے متعلق نظریہ اور عقیدہ جس کو ناجائز طور پر عصر ہذا کے معتزلہ اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لئے نہ معلوم کیا کچھ کررہے ہیں۔ حالانکہ ان کے عقائد اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کے درمیان زمین وآسمان سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ ''صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ واتباعہ الی یوم الدین وبعد یوم الدین۔ آمین یارب العالمین''

(۱۴) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام! حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کی صفوں میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے دین اسلام کے ہر شعبہ میں نمایاں خدمات ادا کی ہیں۔ اللہ ان کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین! حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہل السنۃ والجماعت کے ہم مسلک تھے۔ خصوصاً عقیدہ حیات النبی ﷺ، عقیدہ حیات قبر اور مسئلہ عام موتی کے سماع میں ان کو علمائے دیوبند سے پورا پورا اتفاق تھا۔ لیکن عصر ہذا کے معتزلہ ان

کی عبارات میں قطع و برید کر کے اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی سعی مذموم کرتے ہیں کہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہم مسلک اور ہم خیال تھے۔ حالانکہ دھوکہ دہی اور تلبیس ہے بلکہ تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل کی شرمناک مثال ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل ثلاثہ میں مولانا کا موقف تحریر کیا جائے۔ تا کہ کوئی ساتھی ان کے نام پر کسی دھوکہ میں نہ آئے۔ سب سے پہلے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور کیجئے۔

۱...... حیات النبی ﷺ کے موضوع پر حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت'' ہے۔ اس رسالہ میں حضرت نے اس عقیدہ کی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً: التصدیقات لدفع التلبیسات المہند علی المفند میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیات دنیویہ کہا گیا تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر ورود موت کے ان کو دفن کیا گیا۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مومنین کو حاصل ہے۔ جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ التصدیقات کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خوب واضح ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اور ان کا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں بعینہٖ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں۔ صریحاً ان پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن و حدیث کے صریح نصوص و بینات اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی بات کہی ہو۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم! (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۲)

قارئین کرام! حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمادی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر مع الجسد ہے۔ یعنی آپ ﷺ دنیا والے جسم کے ساتھ باحیات ہیں اور یہی عقیدہ پوری امت محمدیہ مع علمائے دیوبند کا ہے۔ جب کہ معتزلہ دنیا والے جسم کی نفی کر کے نیا جسم تجویز کرتے ہیں۔

۲...... حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احدیسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ رواہ ابو داود البیھقی'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا۔ تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

تشریح: حدیث کے ظاہری الفاظ ''الارد اللہ علیٰ روحی'' سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہے۔ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے۔ تا کہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں۔ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگر چہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علمائے

امت کی رائیں مختلف ہیں۔لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سیدالانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔اس لئے حدیث کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔اس بناء پر اکثر شارحین نے رد روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔بس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔''

عاجز راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات واحوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔اللہ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاص قلب سے آپ پر سلام بھیجتا ہے۔آپ عارضی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح وقلب سے متوجہ ہوکر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر کے صلوٰۃ وسلام کا کچھ بھی اجر وثواب نہ ملے۔صرف آپ کا جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! (معارف الحدیث ج۵ ص۳۷۸)

۳...... مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل کر کے اس کی تشریح فرماتے ہیں:''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔رواہ البیھقی فی شعب الایمان''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا یا سلام عرض کرے گا۔وہ میں خود سنوں گا اور جو کہیں دور سے بھیجے گا تو وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔

تشریح:اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ جن کو قبر اطہر کے پاس پہنچا دے اور وہ وہاں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ کا جواب پاتے ہیں۔حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ وسلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جنہیں محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہے۔ان کے لئے وہ دو جہاں کی دولت سے زیادہ ہے۔کسی محب نے کہا ہے۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب   کہ صد سلام مرابس یکے جواب از تو

''اللّٰھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ وبارک وسلم کما تحب وترضی عدد ما تحب وترضی'' (معارف الحدیث ج۵ ص۳۷۹)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں بہ تعلق روح زندہ تسلیم فرماتے ہیں۔اسی (ارضی قبر) کو قبر کہتے ہیں۔آپ کے دنیا والے جسد اطہر کو شامل حیات سمجھتے ہیں۔روح اقدس کی بدن مبارک سے ایک لحظہ کے لئے مفارقت برداشت نہیں کرتے اور یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔جب کہ قبر شریف کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام آپ بنفس نفیس سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۴...... حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان سب استثنائی اور اختصاصی احکام ومعاملات سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نوعیت دوسرے تمام لوگوں کی موت سے بہت کچھ مختلف ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اتنی بات سے ہمارے حلقے کے کسی صاحب علم کو اختلاف ہوگا۔ اسی طرح بعض احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کو اپنے مدفنوں میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے جو اس عالم کے مناسب ہے اور بعض حیثیات سے دنیا والی ناسوتی حیات سے بھی اعلیٰ واقویٰ ہے۔ غالباً اس سے بھی کسی صاحب علم کو اختلاف نہ ہوگا۔ ہاں! اس کے آگے موت وحیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے۔ ایسے اختلافات خود اہل السنت میں بلکہ اہل السنت کے ایک ایک حلقے میں بھی ہمیشہ رہے ہیں۔ ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بننا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۵)

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ عذاب قبر میں صرف علمائے اہل السنت دیوبند سے متفق نہیں بلکہ اس عقیدہ کے زبردست حامی اور مؤید ہیں۔ وہ اس (زمین والی قبر) کو قبر کہتے ہیں۔ اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں۔ ارضی قبر میں یہ تعلق روح مع الجسد العنصری دونوں کی جزاء وسزا کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی مایہ ناز کتاب معارف الحدیث میں عقیدہ عذاب قبر کو ایسے پیارے اور خوبصورت انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ منصف مزاج آدمی اس کو پڑھ کر بآسانی حیات قبر کے عقیدہ کو تسلیم کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کی اہمیت، حقیقت اور صحیح صورت اس کے دل میں اتر جاتی ہے اور ایسی اترتی ہے کہ پھر نکلنے کا نام نہیں لیتی۔

بندہ عاجز کو عقیدہ حیات قبر خصوصاً حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدے سے عہد طالبعلمی سے والہانہ محبت وعقیدت ہے۔ اسی مناسبت سے میں نے اس موضوع پر لکھی ہوئی کثیر التعداد کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن جیسے حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر والی زندگی کو اذہان کے قریب کر دیا ہے۔ ایسا دل نشین انداز کہیں نہیں دیکھا۔ اس لئے میں اپنے تمام طلباء اور نوجوان علماء سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ اگر عذاب قبر کی حقیقت اور صحیح صورت کو سمجھنا ہے تو معارف الحدیث کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ! صرف اور صرف اس ایک کتاب کا مطالعہ شفاء العلیل ثابت ہوگا اور ایسی سیرابی ہوگی کہ پھر تادم زیست تشنگی محسوس نہ ہوگی۔ بندہ عاجز کا دل تو چاہتا ہے کہ حضرت نعمانی کی یہ پوری تقریر اپنے اس مقالہ میں شامل کردوں۔ لیکن بخوف طوالت بندہ عاجز ان پر اکتفاء کرتا ہے۔ لہٰذا شائقین حضرات معارف الحدیث ج ا ص ۱۸۶ تا ۲۰۴ کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ! توقع سے زیادہ نفع ہوگا۔

عام موتیٰ کا سماع اور مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک عام موتیٰ کے سماع کے قائل نہیں رہے۔ لیکن کئی سالوں کے بعد انہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع فرمالیا اور اکابر علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند رحمہم اللہ کی طرح وہ عام موتیٰ کے سماع فی الجملہ کے قائل ہوگئے۔ چنانچہ امام اہل السنت حضرت مولانا شیخ الحدیث والتفسیر محمد سرفراز خاں صفدر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ حضرت مولانا (محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ) دور حاضر کے محقق عالم، بلند پایہ مناظر اور علمائے دیوبند کے ترجمان ہیں۔ پہلے آپ بھی سماع موتیٰ کے منکر تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب ستہ ضروریہ ص ۳۶ میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور

مولف ندائے حق وغیرہ نے بھی یہ حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے ندائے حق ص ۱۵۰، اقامۃ البرہان ص ۹۱ لیکن تینتیس سال تک سماع موتی کا انکار کرنے کے بعد حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کرلیا ہے اور اب سماع موتی کے مقر ہو گئے۔ (الفرقان لکھنو جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بحوالہ سماع الموتی ص ۱۹۱)

واضح ہو کہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جتنا عرصہ سماع موتی کے انکاری رہے وہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ تھا۔ جہاں تک تعلق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کا تو یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس لئے اس کا انکار نہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے نہ کسی اور عالم دین نے۔

(۱۵) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

عصر ہذا کے معتزلہ جو درحقیقت عذاب قبر یعنی حیات قبر کی صحیح صورت کے منکر ہیں، اپنے اس اعتزال پر پردہ ڈالنے کے لئے بہت سے اکابر اہل السنت والجماعت کے نام اور بعض عبارات پر دھوکہ دہی اور فریب کاری کرتے ہیں اور جن اکابر کے نام کو غلط استعمال کرتے ہیں، ان میں حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ حالانکہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف، محقق، مدقق، عالم بلکہ علامہ ہیں۔ اللہ ان کو اور تمام اکابر کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے۔ مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام، عذاب قبر اور عام موتی کے سماع میں وہ تمام علماء دیوبند والا مسلک رکھتے ہیں۔ چونکہ سادہ لوح حضرات کو ان کے نام پر دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے مسلک کو تحریر کیا جائے تاکہ سیدھے سادے لوگوں کو منکرین حیات قبر کے دام تزویر سے بچایا جا سکے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں:

۱...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۸)

۲...... لکھتے ہیں: مسند ابی یعلیٰ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۳ ص ۸۴ میں فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ سیوطی مرقاۃ الصعود حاشیہ سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

۳...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیف تعرض صلوٰتنا علیک فقد ارمت یقولون بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اخرجہ ابو داود قال البیھقی لہ شواھد وقال العلامۃ علی القاری رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وقال النووی اسنادہ صحیح'' ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ حالانکہ وفات کے بعد آپ

کے جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام مبارکہ کو کھائے اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ سوال اور آنحضرت ﷺ کا یہ جواب اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حیات سے مراد جسمانی حیات ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۰، سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۰)

۴...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز خاص طور پر مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ جمعہ کا دن یوم مشہود ہے، جس میں ملائکہ بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا ابودرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ ''وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجہ قال الدمیری رجالہ ثقات کذافی فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷ وقال الزرقانی رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً'' کیا بعد موت کے بھی آپ پر ہمارا درود پیش ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ پس اللہ کا ہر نبی قبر میں زندہ ہے اور اللہ کی طرف سے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (زرقانی ج ص ۳۳۶، سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۱)

۵...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من صلّی عند قبری سمعتہ و من صلّی علی نائیا بلغتہ'' جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے، اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور دراز سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ مجھ پر بذریعہ فرشتوں کے پہنچا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرب اور بعد کا یہ فرق حیات جسمانی کے اعتبار سے ہے نہ کہ حیات روحانی کے اعتبار سے اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وذلک لان لروحہ تعلقا بمقر بدنہ الشریف'' اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اس کو آپ کے جسد اطہر مستقر یعنی قبر شریف کے ساتھ تعلق ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۲)

۶...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے: ''لقد اذیت رسول اللہ ﷺ فی قبرہ'' تحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ ﷺ کو قبر میں ایذاء پہنچائی ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر مبارک میں اسی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۱)

۷...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار میں کسی کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھیجتیں۔ ''لا توذوا رسول اللہ ﷺ'' رسول اللہ ﷺ کو کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سے تکلیف مت پہنچاؤ۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۲)

۸...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ان تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبر ہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات، جسمانی ہے اور ارواح کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔ غرض کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ امت

نے جسد اطہر کو وفات کے بعد قبر شریف میں ودیعت رکھا ہے اور شریعت نے مزار مبارک کی زیارت کی تاکید کی ہے اور قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور قبر مبارک میں آپ نماز ادا فرماتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ کو اللہ کی طرف سے رزق ملتا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرات گرامی! بندہ عاجز نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیرۃ المصطفیٰ مطبوعہ مکہ پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور" سے چیدہ چیدہ اقتباس پیش کئے ہیں، جس میں مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے۔ البتہ اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا براہ راست مطالعہ فرمائیں۔ مولانا کاندھلوی نے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان قائم فرما کر کتاب کے بائیس صفحات پر اس عقیدہ کی بڑی عمدہ مدلل بحث فرمائی ہے۔

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عذاب قبر کے متعلق وہی ہے جو علماء اہل سنت دیوبند کا ہے۔ وہ اسی زمین والی قبر کو "قبر" کہتے ہیں۔ اسی میں بوقت امتحان اعادہ روح اور بوقت جزا و سزا تعلق روح کے قائل ہیں اور وہ قبر کی کارروائی میں دنیا والے جسد عنصری کو روح کے ساتھ شریک سمجھتے ہیں۔ خواہ یہ جسد خاک و راکھ ہو جائے یا جس شکل و صورت میں مستحیل ہو جائے۔ مولانا کاندھلوی نے اپنی مشہور کتاب التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح میں اس عقیدہ پر خوب کلام فرمایا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے عذاب قبر کی اس صحیح صورت کا اثبات فرمایا ہے اور منکرین حیات قبر کے تمام شکوک و شبہات کا قلع قمع فرمایا ہے۔ اس ساری بحث کو یہاں نقل کرنا اور پھر اس کا ترجمہ کرنا تو مشکل ہے۔ کیونکہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔ البتہ اس کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا منکرین حیات قبر کا ایک مشہور شبہ نقل فرما کر چار طریقوں سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پہلے شبہ پھر اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ اگر معترض کہے کہ ہم کافر کو قبر میں دیکھتے ہیں، نہ وہاں سانپ ہیں نہ اژدھا اور نہ ہی شعلے مارنے والی آگ ہے اور کس طرح اس کی قبر تا حد نظر فراخ یا تنگ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسی حالت پر ہے نہ بڑھی نہ کم ہوئی۔ لہٰذا خلاف مشاہدہ بات کی تصدیق کیسے کی جائے؟ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہم تیرے سامنے چند امور پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ اس شبہ کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

<u>الامر الاوّل</u>: اللہ تعالیٰ نے تین عالم بنائے ہیں۔ عالم دنیا، عالم قبر و برزخ اور عالم آخرت۔ عالم دنیا میں انسان کا بدن ظاہر ہے اور روح مخفی ہے۔ اس عالم کے حالات دکھ سکھ وغیرہ بدن پر طاری ہوتے ہیں اور روح بالتبع اس سے متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً ضرب و قتل وغیرہ اوّلاً بدن پر وارد ہوتے ہیں اور روح بالتبع تکلیف اٹھاتی ہے اور عالم قبر و برزخ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں روح ظاہر اور نمایاں ہوتی ہے اور جسد خاک و راکھ کی شکل میں مخفی ہو جاتا ہے تو وہاں کے خوشی و غمی کے حالات اوّلاً روح پر وارد ہوتے ہیں اور بدن انسانی بالتبع متاثر ہوتا ہے اور عالم آخرت میں روح اور بدن دونوں براہ راست متاثر ہوں گے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ بدن انسانی بالتبع ثواب و عذاب سے متاثر ہوتا ہے تو اس لئے یہ کارروائی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ وہ ہمارے سامنے جزا سزا بھگت بھی رہا ہے۔

<u>الامر الثانی</u>: اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت کے تحت قبر و برزخ کی کارروائی کو ہماری نظروں سے اس لئے مستور کر دیا ہے کہ مومنین کی جماعت ایمان بالغیب کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہو جائے۔ دیکھئے جو شخص قریب المرگ ہے قرآن و حدیث کی نصوص پتہ دیتی ہیں کہ اس کے پاس ملک الموت مع ملائکہ کی جماعت کے آتے ہیں اور اس سے

سلام وکلام کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص فرمانبردار ہے تو فرشتے اس کو خوش خبریاں سناتے ہیں اور اگر نافرمان ہے تو اس کو ڈراتے ہیں بلکہ سزا دیتے ہیں۔ ان سب امور کو قریب المرگ آدمی دیکھتا ہے، سنتا اور جواب دیتا ہے۔ لیکن اس کے پاس بیٹھنے والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے سلام وکلام کو سنتے ہیں۔ تو یہی صورتحال عذاب قبر کی ہے۔

الامر الثالث: اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا میں بھی ایسی چیزیں بنائی ہیں جو قبر کی کارروائی سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ دیکھئے حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں سالہا سال اترتا رہا اور ایک ہی دن میں بھی کئی بار اترا۔ حضور اکرم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سلام وکلام فرماتے تھے۔ اس کی باتوں کو سنتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کے پاس جتنے لوگ بھی موجود ہوتے تھے وہ نہ کچھ دیکھتے تھے اور نہ کچھ سنتے تھے۔ لیکن آج تک کسی مسلمان نے شک نہیں کیا تو یہی صورتحال عذاب قبر کی ہے۔

الامر الرابع: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ جس شخص کو سولی پر لٹکا دیا گیا یا پانی میں غرق ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ! اس کے اجزاء کی طرف روح کا اعادہ فرما دیں اور تعلق قائم کر دیں۔ کیونکہ یہ اعادہ روح اور تعلق روح دنیا والے اعادہ اور تعلق کی طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مختلف ہے۔ اس لئے نظر نہیں آتا۔ اس طرح مردہ انسان کے اجزاء منتشرہ میں رنج وراحت کا ادراک پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل ومحال نہیں ہے۔ اللہ تو جمادات میں بھی اتنا ادراک وشعور رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ پہاڑ وغیرہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں کبھی روح آتی ہی نہیں اور مردہ انسان تو وہ ہے کہ اس میں کچھ عرصہ روح رہی۔ لہٰذا اس کے اندر ثواب وعقاب کا ادراک واحساس کچھ مشکل نہیں ہے۔ نیز مولانا نے عذاب قبر کی صحیح صورت کو سہل انداز میں سمجھانے کے لئے عالم خواب کی نظیر بھی پیش کی ہے کہ سوتا ہوا شخص جب عالم خواب میں چلا جاتا ہے تو وہ اس عالم میں دیکھتا، سنتا، بولتا، روتا، ہنستا بلکہ دوڑتا اور پکڑتا ہے۔ عالم دنیا والوں کے سامنے اس کی ساری مشینری معطل پڑی ہے۔ دنیا والے اس کی کسی چیز کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو جھٹلا سکتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح مردہ انسان قبر میں سب کچھ دیکھتا ہے۔ لیکن دنیا والوں کو نظر نہیں آتا۔ (التعلیق الصبیح ج۱ ص۱۰۳)

۴...... مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''المراد من القبر ههنا عالم البرزخ وليس المراد به الحفرة التي يدفن فيها الميت فرب ميت لا يدفن كالغريق والحريق والماكول في بطن الحيوانات يعذب وينعم ويسال'' (التعلیق ج۱ ص۱۰۴) یعنی یہاں قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے جس میں مردہ انسان دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مردے ہیں جو ارضی قبر میں باقاعدہ دفن نہیں کئے گئے۔ مثلاً جو پانی میں غرق ہو گیا۔ آگ میں جل گیا اور درندوں کے پیٹ میں چلا گیا۔ قبر کا سوال اور ثواب وعذاب ان کو بھی ہوتا ہے۔ یہاں مولانا کاندھلوی نے قبر سے برزخ مراد لے کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی ہے، تاکہ قبر کا مفہوم مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہو جائے۔ مولانا کی اس عبارت سے حقیقی قبر کی اس کی جزا وسزا کی، اس حیات کی اور تعلق کی نفی سمجھنا جہالت اور حماقت ہے۔ مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ جسد عنصری کے مستقر کو قبر کہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''كل موضع فيه مقره فهو قبره'' یعنی موت کے بعد مردہ انسان کا جو ٹھکانہ ہے وہی اس کی قبر ہے۔ (التعلیق ج۱ ص۱۰۶)

۵...... مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ولكل روح بجسدها اتصال معنوى لا يشبه الاتصال في الحياة الدنيا بل اشبه شئى به حال النائم وان كان هو اشد من حال النائم اتصالا . . . واذا نقل الميت من قبر الى قبر

فالاتصال المذکور مستمر و کذالو تفرقت الاجزاء" ہر روح کو اپنے جسد کے ساتھ اتصال معنوی یعنی تعلق رہتا ہے جو حیات دنیا کے مشابہ نہیں ہے بلکہ وہ سونے والے کے حال کے مشابہ ہے اور اگر چہ سونے والے کے حال سے بھی اس کا اتصال زیادہ قوی ہے...... اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جاتا ہے تو بھی یہ اتصال یعنی تعلق بدستور قائم رہتا ہے اور اسی طرح اگر اس کی اجزاء منتشر بھی ہو جائیں تب بھی یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ (التعلیق ج ۲ ص ۲۲۵)

قارئین کرام! بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک آپ کے سامنے آ گیا کہ وہ عذاب قبر کی صحیح صورت کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ حامی اور ناصر بھی ہیں۔

عام موتی کے سماع میں مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح سماع موتی کے قائل ہیں۔ جہاں جہاں حدیثوں میں سماع موتی ثابت ہے۔ اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔ مقتولین بدر سے آپ کا خطاب فرمانا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مشہور ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ "مامن احد یمرّ بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام رواہ ابن عبدالبر و صححہ ابو محمد عبدالحق" جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرتا جس کو مرنے سے پہلے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو وہ مردہ بھی اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کو جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابن عبدالبر نے روایت کیا اور شیخ عبدالحق نے اس کو صحیح بتایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

قارئین کرام! یہ ہیں حیات قبر کے متعلق مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات۔ اب جو شخص ان عقائد سے منحرف ہے بلکہ ان کو غلط قرار دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرتا ہے۔ وہ یقیناً مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم مسلک نہیں ہے۔ اگر ان کے نام کو یا کسی عبارت کو ناجائز طور پر اپنے حق میں استعمال کرتا ہے تو وہ یقیناً دغاباز اور جعل ساز ہے۔ اللہ ہم سب کو علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی راہ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین!

(۱۶) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان، اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند رحمہم اللہ کی مذہبی اور سیاسی جماعت ہے۔ اس کے امیر اوّل امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب کہ دوسرے امیر شیخ الاسلام حافظ الحدیث القرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس جماعت میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک جیسے اکابر علماء شامل تھے۔ اللّٰھم نوّر مراقدھم واغفرھم وارحمھم وادخلھم الجنۃ الفردوس!

جب چودھویں صدی کے اواخر میں سید عنایت اللہ شاہ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی بنیاد ڈالی اور عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا تو اس نومولود فتنہ کی سرکوبی کے لئے اس دور کی جمعیت علمائے اسلام کے علمائے کرام نے باقاعدہ مشورہ کیا کہ عقیدہ حیات قبر کے موضوع پر ایک کتاب تحریر کر کے شائع کر دی جائے اور یوں

سادہ لوح عوام کے ایمان بچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ بالاتفاق کتاب لکھنے کے لئے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا گیا تو مولانا ممدوح نے اس موضوع پر ایک مکمل اور مدلل کتاب تالیف فرمائی اور اس کتاب کا نام ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' رکھا گیا اور جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو جمعیۃ کے سرکردہ جید علمائے کرام نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں بیٹھ کر باقاعدہ حرف بحرف مولف کتاب سے اس کتاب کو سنا۔ تجاویز پیش کیں اور مفید مشورے دیئے جو قبول کئے گئے اور پھر اس کتاب کو شائع کیا گیا۔ لہٰذا اس کتاب کا ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک عقیدہ بلکہ ایک ایک حرف جمعیۃ علمائے اسلام کا پسندیدہ اور مصدقہ بلکہ سماعت فرمودہ ہے۔ اس کتاب میں چار عقائد کو بڑی تحقیق اور عرق ریزی کے ساتھ کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق ثابت کیا گیا ہے۔

۱...... عذاب قبر کی صحیح صورت۔
۲...... عقیدہ حیات الانبیاء خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ۔
۳...... عام موتی کا سماع فی الجملہ۔
۴...... توسل بالصالحین۔

قارئین کرام! اس کتاب کا بالاستیعاب بار بار مطالعہ کرنا اور اپنے پاس رکھنا ہر سنی مسلمان کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یہ کتاب وقت کی ایک ضرورت ہے جس کو جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر نے محسوس فرمایا اور ایک عظیم الشان کتاب تالیف کرائی جس سے لاکھوں فرزندان توحید کے ایمان محفوظ ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مولف کتاب کو اور جو علمائے کرام اس کی تالیف کا باعث بنے ان سب کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطاء فرمائے اور ان کے اس صدقہ جاریہ کو قیامت تک جاری وساری فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

جب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی تالیف مکمل کر لی تو باقاعدہ جمعیۃ علمائے اسلام کے سرکردہ علمائے کرام نے اس کو مولانا کی زبان سے حرف بحرف سنا۔ پھر اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ چنانچہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تسکین الصدور کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ۲ر ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ر اگست ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا اور جس میں ملک بھر کے سینکڑوں ذمہ دار علمائے کرام تشریف فرما تھے اور ان مسائل پر بھی خوب گرما گرم بحث ہوئی بالآخر بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ان مسائل کی ترتیب اور تدوین اور ان کا باحوالہ مدلل ومبرہن کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ ان مسائل پر علمی مواد جمع کرے اور اس کے بعد ذمہ دار حضرات کی رائے سے ان کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس کمیٹی کے لئے پانچ حضرات منتخب ہوئے۔

۱...... حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ
۲...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
۳...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ
۴...... حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)
۵...... راقم اثیم (امام اہل السنۃ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ)

اور اس کمیٹی کا ناظم راقم کو منتخب کیا گیا باوجود نا اہلی عدیم الفرصتی اور علالت کے ناچار الامر فوق الادب کے قاعدہ کے تحت اکابر کا حکم اور فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔ آخر مشہور مقولہ ہے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ان جملہ اکابر کی ہدایات اور حکم کے مطابق راقم نے ان مسائل کو جمع کیا اور ان کو اطلاع دی کہ مجموعہ مرتب ہو چکا ہے۔ اس پر اظہار رائے کے لئے کوئی جگہ اور وقت متعین کریں۔ بالآخر ۲۴، ۲۵ رشعبان ۱۳۲۷ھ، بمطابق ۲۷، ۲۸ رنومبر ۱۹۶۷ء کی تاریخیں منتخب ہوئیں اور ملتان خیر المدارس جگہ متعلق ہوئی۔ (مقدمہ تسکین الصدور ص ۷۰)

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں۔ ملتان کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اوّل سے آخر تک راقم کتاب سنا تا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں:

۱...... حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۲...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
۳...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)
۴...... حضرت مولانا محمد عبداللہ دام مجدہم جامعہ رشیدیہ ساہیوال
۵...... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
۶...... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
۷...... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)
۸...... حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان دام مجدہم (گجرات)
۹...... راقم اثیم یعنی (مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ)
۱۰...... اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی اس میں حصہ لیتے رہتے۔

(تسکین الصدور ص ۷۲)

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حقائق کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب تسکین الصدور مصنفہ مخدوم محترم مولانا محمد سرفراز خان صاحب کا بغور مطالعہ کیا۔ مولانا موصوف نے جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی اور مسودہ کی تکمیل کے بعد ملتان کے مجلس علماء کے ایک اجتماع میں اس مسودہ کو پڑھ کر سنایا۔ میں خود اس مجلس میں شریک تھا۔ بعض مقامات میں انہیں ترامیم کے لئے مشورہ بھی دیا جو مولانا نے بخوشی قبول فرمایا۔ آخر منظوری کے بعد حضرت مولانا اسے پھر سے مرتب کر کے کتاب وطباعت کی زینت سے آراستہ فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

حضرت مولانا نے بالکل مثبت علمی انداز میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ عقائد کو بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت اور اقوال فقہاء متکلمین امت کے جامع استدلالات سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا کسی مخالف کی تشخیص وتعیین یا اس پر تنقید وتنقیص سے کامل احتراز کیا۔ عبارت سلیس صاف اور عمدہ اختیار کی گئی ہے۔ جس کے پڑھنے سے مطالب خود بخود ذہن میں ڈھلتے جاتے ہیں۔ اس دینی عظیم خدمت پر مولانا موصوف کی خدمت میں

ہدیہ تبریک پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ حضرت کی اس تالیف کو قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لئے مفید بنائے اور اسے زائغین کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت موصوف کی فلاح دنیوی ونجات اخروی کا سبب بنا دے۔''وما ذلک علی اللہ بعزیز'' محمود عفا اللہ عنہ، خادم قاسم العلوم ملتان وناظم عمومی کل پاکستان جمعیۃ علمائے اسلام

مؤرخہ ۲۶ رربیع الثانی ۱۳۸۹ھ (تسکین الصدور ص ۳۶)

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی۔لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے۔اس دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ۔(جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع بصر وبطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں۔یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن مصامت قبر مبارک میں صحیح وسلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا۔عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامہ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے۔مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المومنین کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

الاحقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ ملتان، مؤرخہ ۲۱ رجمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

(القول النقی ص ۳۲)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ماشاءاللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا۔حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔اللہ تعالیٰ قبول فرما وے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔واللہ الموفق!

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ، خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان، مؤرخہ ۱۷ رربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۹)

پس معلوم ہوا کہ ماضی قریب کی جمعیۃ العلماء کے تمام اکابر اصاغر اور عہدیداران واراکین تسکین الصدور کے تمام مندرجات عقائد ومسائل سے حرف بحرف متفق تھے بلکہ ان سب اکابر علمائے کرام کی دل کی آواز تھی جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ضبط تحریر میں لائے۔

(۱۷) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفسر قرآن مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ المفسرین عمدۃ المحدثین رئیس العلماء حضرت مولانا حسین علی الوانی واں بچھراں نور اللہ مرقدہ ہمارے بہت سے اکابر کے شیخ المشائخ اور پیرو مرشد ہیں۔ چونکہ حضرت مولانا اکابر علمائے اہل السنت دیوبند کے تلمیذ رشید تھے۔ اسی وجہ سے ان کے عقائد کے حامل اور انہی کی تعلیمات کے امین تھے۔ خصوصاً عقیدہ عذاب قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں انہوں نے کسی قسم کا تفرد اختیار نہیں کیا۔ حضرت مولانا کے عقائد کو معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقتباسات میں غور فرمائیے۔

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

۱...... فرماتے ہیں: ''المنکر والنکیر یاتیان المیت فیرسل فی ذلک المیت روحہ ثم یقعدہ فاذا سئل ارسلت روحہ بلا الم ونومن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ اواکدہ یوم الجمعۃ بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس'' منکر ونکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ''وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال فی المکاشفۃ بیان مسئلہ التوحید اعلیٰ درجتہ عن السلوک'' میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس بیٹھا تو انہوں نے مجھے مکاشفہ میں کہا کہ توحید کے مسئلہ کو بیان کرنا تصوف سے اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ (مقدمہ تفسیر بلغۃ الحیران ص ۸)

عقیدہ عذاب قبر معلوم کرنے کے لئے تحریرات حدیث ص ۵۴۳، ۵۴۰، ۶۶۰ کا مطالعہ کریں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا حسین علی

۱...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وروی البیھقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الی قبر النبی ﷺ وقال یا رسول اللہ استسق لامتک فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام واخبرہ انھم یسقون'' امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ ان کو خواب میں ملے اور ان کو خبر دی کہ بارش برسے گی۔ (ان شاء اللہ) (تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

۲...... دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ وعلیٰ اٰل واصحابہ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیا ابلغتہ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس سے درود بھیجے۔ میں اسے خود سنتا ہوں اور جو غائب یعنی دور سے درود بھیجے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۷)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا ردّ اللہ علیّ روحی'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ

تبارک وتعالیٰ میری روح کو (اس کی طرف) متوجہ کر دیتے ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۶)

۴...... ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں: ''عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثر و الصلوٰۃ علیٰ یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھد الملائکۃ ان واحد لن یصلی علیٰ الاعرضت علی صلاتہ حین یقراء منھا قال قلت و بعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن درود کثرت سے بھیجو۔ کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اور ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ جس وقت وہ درود پڑھتا ہے...... راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ معاملہ تو دنیاوی زندگی میں ہے اور آپ کی وفات کے بعد؟ کیا کریں...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہی معاملہ رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۸)

عام موتیٰ کے سماع میں حضرت مولانا کا موقف

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ عام موتیٰ کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''اللّٰھم ان لنخبصو ذلک باوّل الوضع فی القبر مقدمۃ للسوال جمعابینہ وبین الایتین'' (تحریرات حدیث ص ۳۸۷)

خلاصہ یہ ہے کہ جب مردہ کو پہلی بار قبر میں رکھا جاتا ہے تو حساب وکتاب والے فرشتے آجاتے ہیں اور اس وقت اعادہ روح بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان منکر نکیر کے سوال کو سنتا، سمجھتا ہے تو اسی وقت مردہ انسان اپنے دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے۔ اس طریقہ سے آیات اور حدیث قرع نعال میں تطبیق ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی سماع موتیٰ فی الجملہ کے قائل ہیں۔ اگرچہ وہ اکابر علمائے دیوبند کی طرح مردہ کی سماع کلی کے قائل نہیں ہیں۔

مسئلہ توسل اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا دعا میں بزرگان دین کے وسیلہ دینے کے بھی قائل تھے۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۲۳۷، ۳۵۴)

اور اسی طرح حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحفہ ابراہیمیہ میں بھی بزرگان دین کا وسیلہ دیا ہے۔ معلوم ہوا علمائے دیوبند کی طرح مولانا مرحوم توسل بالصالحین کے بھی قائل تھے۔

(۱۸) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین کرام! مرشد العلماء، زبدۃ الصلحاء، مفسر قرآن، پیر طریقت، رہبر شریعت، شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ولی اللہ، محقق عالم دین اور صوفیاء کرام کے سلاسل اربعہ میں مجاز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی علمی اور عملی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے لئے داخلہ لیا۔ ترمذی کے ابتدائی اسباق حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ پھر تکمیل حدیث امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور اس دور کے دیگر علماء کرام سے کی۔ چونکہ حضرت مولانا بہلوی بندہ عاجز کے مرشد اور استاد

تھے۔ کیونکہ بندہ نے دوبارہ ان کی خدمت اقدس میں رہ کر دورہ تفسیر قرآن پڑھا تھا اور انہیں کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت بھی ہوا تھا۔ اسی لئے میری دلی تمنا تھی کہ میں جہاں دیگر علماء دیوبند کے موقف اور عقائد ثلاثہ لکھ رہا ہوں وہاں اپنے شیخ بهلوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو بھی ضبط تحریر میں لاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ تکمیل کی بھی توفیق عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے۔ جب ابتداء سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور ان کے ہم مزاج لوگوں نے عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام میں علماء اہل السنت والجماعت دیوبند سے اختلاف کیا تو راہ تفردات اختیار کرنے والوں کے رد میں سب سے پہلے شیخ بهلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام "القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یہ رسالہ ان کی دیگر تالیفات کی طرح نہایت عمدہ اور محققانہ طرز پر لکھا ہوا ہے اور بارہا چھپنے کی وجہ سے عام اور متداول ہے۔ تبرکاً بندہ عاجز اس رسالہ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہے۔

۱...... حضرت شیخ بهلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے اکابر دیوبند وغیرہم رحمہم اللہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی جسمانی کے اس طور پر قائل تھے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجود پاک کے ساتھ زندہ تشریف فرما ہیں۔ روضہ مبارک میں جس طرح کہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے، جیسا کہ ماہنامہ (دار العلوم دیوبند) نومبر ۱۹۵۷ء ص ۸ میں اور رسالہ آب حیات مؤلفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اور المهند علی المفند ص ۱۳ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند میں ہے۔

۲...... شیخ بهلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

__پہلی روایت__: ابن المبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

__دوسری روایت__: مشکوٰۃ شریف میں حضرت داؤد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ جسد مبارک کو کھا سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

__فائدہ__: آپ کا زندہ رہنا قبر میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔

__تیسری روایت__: بیہقی وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

__فائدہ__: مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس کے اسناد کی توثیق کی گئی ہے۔ (کذا فی تنویر الملک فی روایۃ النبی الملک ص ۳۷)

__چوتھی روایت__: میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔

__پانچویں روایت__: میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں رسولوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے ہارون علیہ السلام پر سلام کیا اور اس نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی اور حضرت ادریس علیہ السلام پر سلام کہا اور اس نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ (کذا فی الدرۃ الفاخرہ للغزالی ص ۱۶

__چھٹی روایت__: میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مدینہ سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے مدینہ سے گزریں گے۔ مجھ پر سلام کہیں گے تو میں ان کو جواب دوں گا۔ (کذا فی الدرۃ الثمینہ لابن النجار ص ۱۲)

ساتویں روایت: جو کوئی میرے پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میرا روح (توجہ) واپس کرتا ہے۔ اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ (القول النقی فی حیات النبی ﷺ ص ۸ تا ۱۰) (رواہ ابوداؤد)

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ نکلا کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ بھی زندہ ہیں۔ روضہ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔

۲...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خود حضرت محمد ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں۔ (القول النقی ص ۹)

۴...... شیخ بہلوی لکھتے ہیں: ''وفی روایۃ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی رواہ القاضی عیاض فی الشفاء۔ روی الدار قطنی ایضاً من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی ھذا انتھی'' ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے میری موت کے بعد زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شفاء میں روایت کیا اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسا میری زندگی میں زیارت کی۔ (مستدلات العقائد الحنفیہ ص ۲۸۲)

عقیدہ عذاب قبر اور شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عذاب قبر کے متعلق شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور نظریہ بھی من وعن علماء دیوبند والا ہے۔ آپ اسی زمین والی قبر کو ''قبر'' کہتے ہیں اور اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں اور قبر کی جزا وسزا سے روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کو بھی ثابت فرماتے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں۔

۱...... فرماتے ہیں: اور واپس ہونا روح کا تمام موتی کے لئے حدیث صحیح میں موجود ہے۔ جس سے سوال منکر نکیر ہوتا ہے۔ (القول النقی ص ۱۶)

۲...... حضرت شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور تنویر الملک ص ۶۹ میں شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک جوان کے دفن پر حاضر ہوا تو تلقین کرنے والا قبر پر اس کو تلقین شہادۃ کر رہا ہے اور دفن ہونے والے سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ کیا تعجب نہیں کرتے۔ ایسے مردہ سے کہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔ (القول النقی فی حیات النبی ﷺ ص ۱۵)

۳...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام علماء ملت اسلامیہ اس امر میں متفق ہیں کہ موت فنا کامل کا نام نہیں بلکہ صرف زندگی کے ایک پلیٹ فارم سے اتر کر دوسرے پر جانے کا نام ہے۔ اس لئے ادراک، شعور، سرور، غم اس ظاہری موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اس لئے سلام وتلقین من جانب شارع علیہ السلام تجویز فرمائی گئی ہے۔

علامہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ۹۸) میں فرماتے ہیں: ''والسلف مجموعون علیہ ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بان المیت یعرف زیارۃ الحی ویستبشر بہ'' یعنی سلف متفق ہیں۔ اس بات پر اور ان سے تواتر آثار اخبار آچکے ہیں کہ میت زندہ کی زیارت کو جانتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ (القول النقی ص ۶)

عام موتی کا سماع اور شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر شریف کے تو یقیناً قائل ہیں اور اس کو احادیث

صحیحہ سے ثابت فرماتے ہیں۔لیکن عام موتیٰ کے سماع سلام کے بھی علماء دیوبند کی طرح قائل ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

۱...... امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:"ان الشهداء بل كل المومنين اذا زارهم المسلم وسلّم عليهم عرفوا به وردوا عليهم السلام" (وفاء الوفاء ص ۱۲۵)

یعنی شہداء اور تمام مومن جب ان کی زیارت مسلمان کرتا ہے اور سلام ان پر کہتا ہے۔اس کو جانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (از اثر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ نومبر ۱۹۵۸ء)

۲...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ فاطمہ بنت خزاعیہ رضی اللہ عنہا نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کہا کہ"السلام علیک یاعم رسول اللہ"اس نے جواب دیا۔"علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ"انتھیٰ! (القول النقی ص ۱۵)

قارئین کرام! آپ نے معلوم کر لیا سیدی سندی مرشدی ومولائی مولانا محمد عبداللہ بہلوی نوراللہ مرقدہ، عقائد ثلاثہ میں مکمل طور پر علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعت کے ترجمان ہیں۔اب اگر کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ عقائد کو رد کرتا ہے اور ان کے پیش کردہ دلائل کو کمزور بنانے کی سعی ناتمام کرتا ہے۔وہ یقیناً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہے بلکہ ان کے اعتقاد کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے اور اس سب کے باوجود ایسا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ میرے مسلک اور عقیدہ پر تھے تو وہ یقیناً دغاباز جعلساز اور عیار و چالاک ہے اور وہ اپنی اس عیاری و چالاکی کے ذریعہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔اعاذنا اللہ منہ!

(۱۹) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ القرآن والحدیث شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ بندہ عاجز کے استاذ حدیث ہیں۔میں نے بخاری شریف جلد ثانی انہیں سے پڑھی تھی۔اس مناسبت سے میں چاہتا ہوں کہ اپنے شیخ ومربی کا عقیدہ لکھ کر اپنی کتاب میں شامل کروں۔لیکن دشواری یہ ہے کہ شیخ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا تالیف کی طرف التفات کم رہا۔کیونکہ آپ کی پوری زندگی تعلیم وتدریس اور تبلیغ دین میں مساجد ومدارس دینیہ قائم کرنے میں اور پاکستان میں نفاذ آئین شریعت کی جدوجہد میں صرف ہوئی۔یہ بات اہل علم خوب جانتے ہیں کہ جب سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف کر کے راہ تفرد اختیار کی اور اس نومولود فتنہ کے انجام بد کو اپنی نور بصیرت سے دیکھ کر جن حضرات نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا، مثلاً حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری وغیرہم نوراللہ مرقدہم اور حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مجاہدین علماء کی صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں اور شیخ درخواستی کے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد اب بھی بقید حیات موجود ہیں اور جو اس چیز کے شاہد عدل ہیں،لیکن بندہ عاجز کو تو تحریری مواد مطلوب تھا تو بحمداللہ حسب ضرورت میسر آ گیا۔

۱...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ"القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم"میں ابوداؤد کی حدیث"مامن احد یسلم علی الا ردّ اللہ علیّ روحی"نقل فرمائی ہے اور پھر اس حدیث پر وارد ہونے والا مشہور اشکال نقل فرمایا ہے کہ اس سے تو بار بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا آنا پھر جانا معلوم ہوتا ہے۔پھر شیخ بہلوی نے اس اشکال کے متعدد جواب بیان فرمائے ہیں اور آخر میں ایک جواب حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہوئے

لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا حافظ الحدیث محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی (اب تو حضرت مرحوم ومغفور ہو چکے ہیں) فرماتے ہیں کہ بیہقی کی ایک روایت میں ''الا وقد رد اللہ علیّ روحی'' ہے۔ پھر کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اس لئے کہ معنی یہ ہوگا کہ جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اس پر سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس لئے کہ روح تو میری طرف سے پہلے واپس ہو چکی ہے۔ (القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۲۱)

۲...... شیخ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کی مدح میں بزبان عربی ایک قصیدہ لکھا اس میں فرماتے ہیں: ''ھو حی فی قبرہ کحیات الانبیاء وحرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' آپ دیگر انبیاء کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ زمین پر حرام ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ ''حیاتھم اعلیٰ واکمل من الشھداء وشانھم ارفع فی الارض والسماء'' انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان آسمان اور زمین سے نہایت اونچی ہے۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۱۲۲)

حضرت کے دست مبارک سے لکھا ہوا پورا قصیدہ آپ کے صاحبزادوں کے پاس محفوظ ہے۔

۳...... ماہنامہ انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر میں حضرت مولانا مجاہد الحسینی کا ایک مضمون ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: اسی طرح ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ مسجد الحرام کو سعودی انتظامیہ میں ساری ساری رات کھلا رکھتی ہے۔ لیکن مسجد نبوی ﷺ نصف شب کے بعد بند کر دی جاتی ہے۔ یہ تفاوت کیوں؟ حضرت حافظ الحدیث مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام میں اللہ تعالیٰ کا علامتی گھر بیت اللہ شریف ہے اور اللہ کی ذات اقدس کو ''لاتاخذہ سنۃ ولا نوم'' اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس لئے مسجد الحرام ساری رات کھلی رکھی جاتی ہے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ﷺ حجرہ نبوی ﷺ سے ملحق ہے۔ چونکہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی آخری آرام گاہ اور آپ کا مسکن ہے۔ آپ کو آرام واستراحت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے مسجد نبوی ﷺ رات کے کچھ حصے میں تہجد تک کے لئے بند کر دی جاتی ہے۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۲۱۸)

(۲۰) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

خلاق عالم نے دار العلوم دیوبند کو خصوصیات سے نوازا ہے۔ من جملہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اس ادارہ پر خصوصی برکات کا نزول فرمایا ہے۔ برکات کا یہ عالم ہے کہ جو طالب علم اس دار العلوم میں داخل ہوا اور پڑھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے عقائد اور اعمال دونوں کی اصلاح ہو گئی اور جو طلباء دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اپنے دور کے مفسر، محدث، فقیہ، متکلم الاسلام، فلسفی، مناظر اسلام، مدرس، معلم، مصنف اور صوفی باصفا بنے۔ فارغ التحصیل ہونے والوں نے دار العلوم سے جو کسب فیض فرمایا تو فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں بلکہ پوری دنیا میں اس فیض کو عام کر دیا۔ اب دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہیں ہے جس میں دار العلوم دیوبند کا فیض نہ پہنچا ہو۔ خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔

دار العلوم کے ایسے سینکڑوں سپوت بھی ہیں جنہوں نے عرب وعجم کو دار العلوم کے فیوضات سے مالا مال کر دیا۔ بعض فضلاء دیوبند وہ ہیں جنہوں نے پوری زندگی کسی خاص شعبہ میں دین کی خدمت کی ہے اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے دین کے کئی شعبے سنبھال لئے ہیں۔ بعض ایسے مجاہد بھی ہیں جنہوں نے دین متین کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ انہوں نے تعلیم وتدریس کا کام بھی کیا۔ بحث اور مناظرہ کے میدان بھی فتح کئے۔ قرآن

وحدیث کے درس بھی دیئے۔ باقاعدہ عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔ عوام الناس تک احکام شریعت بھی پہنچائے۔ دین کی خاطر جیلیں بھی کاٹیں اور تختہ دار پر بھی لٹکے۔ خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کی۔ الغرض دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی فضلاء دیوبند نے آبیاری نہ کی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کے سچے خادم عصر ہذا میں علماء دیوبند ہی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند اور علماء دیوبند کو دین اسلام کی ہمہ خدمات کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ویسے تو فضلاء دیوبند کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی، جنہوں نے خادم دین کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ لیکن بندہ عاجز یہاں ایک فاضل دیوبند کا مختصر تذکرہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ جن کا نام نامی ہے خواجہ خواجگان مخدوم العلماء صوفی باصفا حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ آف کندیاں شریف۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اس وقت دورۂ حدیث کیا جب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ آپ کے اکثر مرید علماء کرام تھے، جس سے آپ کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بے شک بحیثیت پیر طریقت ہونے کے آپ ایک صوفی باصفا تھے۔ آپ نے لوگوں کے اخلاق اور عادات کی بھرپور اصلاح فرمائی۔ بے شمار مریدوں نے آپ کی خدمت میں رہ کر انسانیت کا سبق سیکھا۔ آپ کے اردگرد علماء طلباء اور عوام کا ایک جم گھٹا رہتا تھا، جو آپ سے کسب فیض کرتا تھا۔ آپ ان کی خوب اصلاح فرماتے تھے۔ لیکن آپ صرف صوفی باصفا نہیں تھے، بلکہ آپ کو جس طرح لوگوں کے اعمال ظاہریہ اور باطنیہ کے اصلاح کی فکر تھی۔ اسی طرح آپ کو لوگوں کے عقائد سنوارنے کی بھی فکر رہتی تھی اور اصلاح کے لئے آپ نے بہت سے علمی اور عملی کارنامے سرانجام دیئے۔

چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کرنے والی جماعت تحفظ ختم نبوت کی امارت کو قبول کرنا اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مرزائی، قادیانی اور لاہوری اگرچہ اپنے عقائد بد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد بن چکے ہیں۔ لیکن وہ اتنے عیار اور چالباز ہیں کہ وہ اپنی چالاکیوں کے ذریعے ایک سادہ لوح مسلمان کو اپنی دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور امارت میں جماعت کو خوب فعال بنایا۔ اندرون اور بیرون ملک ختم نبوت کے لئے ایسا سنہری کام کیا جس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ حضرت نے مسجد کے خطباء کو خط لکھے کہ آپ ہر ماہ ایک یا دو جمعہ کے موقع پر لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سنائیں اور مرزائی کی چالبازی سے ہوشیار رہنے کی تلقین کریں۔ آپ آخری دم تک مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے اور عقیدہ ختم نبوت کی آبیاری کرتے رہے۔

اسی طرح عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ والہانہ محبت رکھتے تھے اور بار بار اس عقیدہ کو بیان بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ مماتیوں، اشاعتیوں، پنج پیریوں سے اعلان برات بھی فرماتے تھے اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنی تحریریں وقتاً وقتاً مختلف دینی جرائد میں شائع بھی فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ فتنہ مماتیہ ان کے دور میں ان کے سامنے پیدا ہوا۔ اس لئے وہ اس فتنے کے نقصانات سے بخوبی واقف تھے اور ایسے فتنہ پردازوں کے مزاج سے بھی واقف تھے اور جانتے تھے۔ ہمارے تمام اکابر پر یہ لوگ ان کو اپنا ہمنوا ظاہر کر کے ان پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارا کوئی بزرگ ایسا نہیں جس کی ادھوری، غیر متعلقہ اور سیاق وسباق سے علیحدہ کی ہوئی عبارات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش نہ کی ہو کہ یہ بزرگ بھی ہمارا ہے، وہ بزرگ بھی ہمارا ہے۔ حالانکہ اکابر علمائے اہل السنت دیوبند میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جس کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جیسا ہو

بلکہ وہ سب حضرات عقیدہ حیات النبی ﷺ میں روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور یہ حضرات سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں۔ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔لیکن ان ساری تصریحات کے باوجود یہ لوگ بڑی ڈھٹائی سے ہمارے اکابر کو بدنام کرتے ہیں۔

تو ایسے حالات میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شاید یہ خدشہ ظاہر ہوا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ لوگ عوام الناس میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ خواجہ صاحب ہمارے تھے۔ ہماری طرح مماتی، اشاعتی تھے۔انہیں حالات کے پیش نظر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو پوری زندگی کھول کر بیان کیا۔تاکہ زائغین ان کے نام پر کسی سیدھے سادھے مسلمان کے ایمان کا نقصان نہ کر دیں۔

اس سب سے بڑھ کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کام بہت ہی لائق تحسین ہے۔وہ یہ کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود سے ایک کتاب لکھوائی جس کا نام ہے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ۔اس کتاب میں تقریباً تقریباً تمام عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل طریقہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ایمان وکفر کی بحث،توحید اور شرک کی بحث، وجود باری تعالیٰ کی بحث، نبوت ورسالت اور ختم نبوت کی بحث، فرشتوں اور آسمانی کتابوں کی بحث، عذاب قبر اور قیامت وآخرت کی بحث، جنت اور جہنم، اعراف کی بحث، مسئلہ تقدیر، عقیدہ حیات الانبیاء، مسئلہ توسل، عظمت صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، معجزات وکرامات، جنات اور جادو اور شعبدہ بازی کا بیان، تقلید واجتہاد کا مسئلہ، تصوف وتزکیہ کا بیان، فرق باطلہ کی نشاندہی وغیرہ عقائد ومسائل کو بڑی سنجیدگی سے بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب ہر عالم اور ہر طالب علم کے لئے یکساں مفید ہے۔اس کتاب کو پڑھنے والا گویا عقائد اسلام کا حافظ بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف یہ کتاب لکھوائی ہی نہیں بلکہ اس کے شائع کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے اور یہ کتاب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے شائع کرائی ہے اور اس کی تقسیم بھی خانقاہ سے فرماتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔حضرت خواجہ صاحب کو جن کی دعاؤں سے عقائد کا یہ ذخیرہ معرض وجود میں آیا اور اللہ جزائے خیر عطاء فرمائے۔حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود کو جنہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر تکمیل کو پہنچایا تو ثابت ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی پوری زندگی میں مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے بھرپور کوشش جاری رکھی اور اس مشن پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین!

مناسب معلوم ہوتا ہے۔عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جائے جو انہوں نے ملک حاکم خان صاحب کی طرف لکھی ہے۔خواجہ صاحب کا یہ خط ایک رسالہ ہیں، شائع ہوا ہے، جس کا نام ہے۔(مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں) یہ رسالہ حضرت مولانا محب اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

چنانچہ "بسم اللہ والحمدللہ" کے بعد لکھتے ہیں۔ملک حاکم خان صاحب مکرمی السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔صرف یہ ہے

کیا احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے۔ یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت خواجہ صاحب کے اس خط کا عکس رسالہ مذکورہ میں بمع دستخط کے موجود ہے۔

(۲۱) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ

۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ سے دو سال قبل اوچ شریف کے نواحی علاقہ گمانی میں ایک دینی درسگاہ کے اندر تبلیغی، اصلاحی جلسہ مولانا خلیل الرحمن مستوئی دامت برکاتہم نے منعقد کیا تھا جس میں شہید مظلوم حضرت علامہ علی شیر حیدر نور اللہ مرقدہ بھی مدعو تھے۔ بندہ عاجز کو بھی اس جلسہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ بندہ عاجز جلسہ عام سے خطاب کر رہا تھا۔ صدارت حضرت مولانا حاجی احمد صاحب مہتمم جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور فرما رہے تھے۔ چنانچہ علامہ صاحب بندہ عاجز کے خطاب کے دوران اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی مجمع استقبال کی غرض سے کھڑا ہو گیا۔ بندہ نے خطاب روک دیا اور علامہ صاحب کو کرسی پر تشریف رکھنے کی درخواست کی گئی۔ لیکن علامہ صاحب بجائے کرسی کے نیچے بیٹھ گئے اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنے خطاب کو جاری رکھیں۔ بندہ عاجز اگرچہ یہ مناسب نہ سمجھتا تھا کہ ان کی موجودگی میں کچھ عرض کرے۔ لیکن حسب الارشاد چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کر دیں اور ان کے لئے مائیک خالی کر دیا اور اسٹیج پر کرسیوں کی ترتیب ایسی بنی کہ حضرت علامہ صاحب درمیان میں تشریف فرما ہوئے اور ان کے دائیں بائیں بندہ عاجز اور حضرت مولانا حاجی امداد احمد صاحب کی کرسیاں تھیں۔ چنانچہ آپ کا خطاب شروع ہو گیا۔

بعد از خطبہ مسنونہ علامہ حیدری رحمہ اللہ نے قرآن پاک کا ایک رکوع تلاوت فرمایا اور یہ خوشخبری بھی سنائی کہ میں نے جیل کی چند ماہ زندگی میں قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ اپنے خطاب کے شروع میں یہ بھی تواضعاً ارشاد فرمایا کہ میں اس دو حضرات کے درمیان میں ہوں۔ اس لئے بات کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ لیکن حضرت مولانا حاجی احمد صاحب نے برجستہ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان" برموقع محل آیت مبارکہ کی تلاوت سے علامہ حیدری نور اللہ مرقدہ بھی نشاط میں آ گئے اور جلسہ میں شریک علماء حضرات بھی خوشی سے کشت زعفران بن گئے۔ پس اب علامہ حیدری رحمہ اللہ کی طبیعت بھی کھل گئی اور آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو اپنا موضوع سخن بنایا اور اپنے مخصوص انداز میں اس مقدس عقیدہ کو دلائل سے مبرہن فرمایا۔ جیسا کہ ان کی عادت مبارکہ تھی۔ علامہ حیدری رحمہ اللہ کے اس خطاب کا خلاصہ اور لب لباب بندہ عاجز کے الفاظ میں اور سہل رنگ میں پیش خدمت ہے۔ علامہ صاحب نے شروع میں ارشاد فرمایا کہ کتاب سنت کی وہی تفسیر اور تشریح معتبر ہے جو سلف صالحین سے منقول چلی آ رہی ہے اور ہمیں اپنے اکابر کی آراء پر پورا پورا اعتماد رکھنا چاہئے۔ آج تحقیق کے نام پر سلف بیزاری کا جو رجحان پیدا کیا جا رہا ہے، یہ گمراہی کی خشت اوّل ہے بلکہ تحقیقات کی بجائے

تشکیکات کا چور دروازہ کھولا جارہا ہے۔ لہٰذا نئی نئی تحقیقات کی بجائے سلف صالحین پر اعتماد کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا سلامتی کی راہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت برحق ہے۔ موت کے قانون سے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی شخص بھی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن موت کا پیالہ پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہوکر عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ہر مرنے والے کو اس عالم کے حالات کے مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کے بعد شہید کا درجہ ہے، اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب سنت سے ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حاصل ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی آیت بتلاتی ہے۔ ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون“ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں، ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی حیات تمہارے فہم و شعور سے بالاتر ہے۔

اس آیت میں اس شخص کی حیات جاودانی کا بیان ہے جو اللہ کے راستے میں قتل کیا گیا اور ظاہر ہے کہ قتل والا فعل اولاً و اصالۃً جسم پر وارد ہوتا ہے اور بالتبع روح بھی قتل کا مورد بنتی ہے۔ پس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قتیل اور مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہے اور مقتول چونکہ روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا عالم قبر و برزخ میں بھی روح اور جسد دونوں زندہ ہیں اور آیت مذکورہ بالا اس پر نص قطعی ہے تو قرآن پاک کی نص قطعی سے روح اور جسد عنصری دونوں کی حیات ثابت ہوئی جس پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے لازم ہے۔ جب ایک شہید بنص قرآنی روح اور جسد کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر و برزخ بطریق اولیٰ اس آیت سے ثابت ہوگی۔ باقی رہی مسلم شریف کی حدیث طیور خضر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء فی سبیل اللہ کو سبز رنگ کے طوطوں کی شکل میں سیر و سیاحت کے لئے طیارے عطاء کرتے ہیں، جن میں وہ بیٹھ کر بشکل انسانی اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر کرتے ہیں اور ادھر اپنی قبر میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سوتا ہوا شخص عالم خواب میں مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتا ہے اور ادھر وہ اپنی چارپائی پر بھی موجود رہتا ہے۔ پس اس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء حضرات اپنی قبور میں ہوتے ہوئے سبز رنگ کے طوطوں کی شکل کے طیاروں میں بیٹھ کر اللہ کی جنت کی سیر بھی کرتے ہیں۔ ”وما ذالک علی اللہ بعزیز لا منافاۃ بینھما“

پس یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام سے انسانی صورتیں چھین لیتا ہے اور انسان کی بجائے ان کو جنت کا طوطا بنا دیتا ہے۔ ایک کوتاہ فہمی ہے۔ مثلاً ہمارے ممدوح علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ حسن باطنی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری کی دولت سے بھی مالا مال ہیں اور یقیناً وہ ایک حسین جمیل انسان ہیں اور ان کا چہرہ دیکھنے والوں کے سامنے ایک چمکتا دمکتا چہرہ تھا۔ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کرسکتا ہے کہ حضرت حیدری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خوبصورت انسانی شکل چھن گئی ہے اور وہ اب صرف جنت میں ایک طوطے کی شکل میں ہیں تو میں سمجھتا ہوں ایسا تصور کوئی ہوش مند انسان نہیں کر

سکتا۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام کی موت برحق اور سچ ہے۔ اسی طرح ان کی حیات قبر و برزخ بھی کتاب وسنت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے جس کی صحیح صورت یہی ہے کہ اس عالم میں روح اور جسد کے مابین ایک تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور اس تعلق کی وجہ سے وہ حضرات راحت و سرور کو محسوس کرتے ہیں۔ بے شک جسد مثالی کے قائلین ہزار جسد مثالی تجویز فرمالیں۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی کوئی اس سے اختلاف ہے۔ لیکن دنیا والے جسد کے ساتھ تعلق ماننا اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر کتاب وسنت پر ایمان کے تقاضے ہرگز پورے نہیں ہوتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جسد مثالی کا وجود جسد عنصری کا مرہون منت ہے۔ اگر جسد عنصری سے روح کے تعلق کا انکار کر دیا جائے تو جسد مثالی تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ جسد مثالی جسد عنصری کا عکس اور ظل ہے۔ جب اصل ہوگا تو عکس اور ظل کا تصور بھی ممکن ہوگا، ورنہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے علماء کرام اور صوفیاء عظام جسد مثالی کی بات کرتے ہیں اور اسے تسلیم کرتے ہیں اور سب کے سب جسد عنصری سے بھی تعلق مانتے ہیں۔ قائلین جسد مثالی ہرگز ہرگز جسد عنصری کے تعلق کا انکار نہیں کرتے۔ بہر حال علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ کے بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے موت کا عقیدہ برحق ہے اور الحیات بعد الوفات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جس کی صحیح صورت جو کتاب وسنت سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام اور دیگر صالحین اپنی اپنی قبور میں موجود ہوتے ہوئے سبز رنگ کے طیاروں میں بیٹھ کر بصورت انسانی اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر و سیاحت بھی کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔ بندہ عاجز کی علامہ حیدری رحمہ اللہ سے محبت اور عقیدت کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ایک محقق عالم دین اور مدلل تقریر کرتے تھے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت سے سرشار تھے اور دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں وہ شمشیر بے نیام تھے اور اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند سے وہ اتنی عقیدت رکھتے تھے کہ سرمو بھی ان کے مسلک سے انحراف نہیں فرماتے تھے۔ بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک انسان تھے اور بندہ عاجز کا ان سے تعارف بندہ عاجز کی تصنیفات کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ جب کہ وہ جیل میں تھے تو ایک ساتھی کے ذریعہ میری چند تصانیف کو منگوایا اور مطالعہ کے بعد پسند فرمایا اور بندہ عاجز کی آخری ملاقات ان سے اس وقت ہوئی جب وہ رحیم یار خان کے احتجاجی جلسہ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ چونکہ میرا مدرسہ بالکل برلب سڑک ہے تو آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ میں تشریف لائے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک ان سے علمی گفتگو چلتی رہی۔ جب وہ جانے لگے تو بندہ عاجز کی مٹھی میں پانچ صد کا نوٹ ہدیۃً رکھ دیا۔ فجزاہ اللہ خیراً!

چند سال قبل جب کہ آپ شعبان میں فرق باطلہ کے خلاف کورس پڑھا رہے تھے تو بندہ عاجز کو بذریعہ فون بلایا کہ ہمارے پاس آئیں اور طلباء کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر درس دیں۔ افسوس کہ میں اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مدرسہ میں طلباء کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس نہ دے سکا۔ بس یہ ایک حسرت ہے جو میرے دل میں رہ گئی ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کے شہید، شہید مظلوم

محقق اعظم اور پروانہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ اس پر باران رحمت برسائے اور قبر میں موجود ہوتے ہوئے ان کو ایسے طیارے عطاء فرمائے جن میں وہ سوار ہو کر جنت کی سیر وسیاحت کریں اور ان کی یادگار جامعہ حیدریہ سندھ کو ہمیشہ ہمیشہ آباد رکھے اور پوری امت مسلمہ کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہمت اور قوت عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم!

تسکین الصدور کے مصدقین علماء کرام

جن اکابر علماء نے اس کتاب کی تصدیق وتائید کی ہے، یقیناً ان حضرات کے بھی عقائد ونظریات وہی تھے جو "تسکین الصدور" میں درج ہیں۔ ورنہ تصدیق کا کیا معنی؟

۱...... حضرت مولانا فخر الدین احمد رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند۔

۲...... حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمہ اللہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند۔

۳...... حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند۔

۴...... رئیس المحققین حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ۔

۵...... استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ خیر المدارس ملتان۔

۶...... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ۔

۷...... محدث جلیل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔

۸...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ۔

۹...... حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ۔

۱۰...... محدث اعظم حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔

۱۱...... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ آف اکوڑہ خٹک۔

۱۲...... سید العلماء حضرت علامہ عبدالخالق رحمہ اللہ آف مظفر گڑھ۔

۱۳...... حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ خانقاہ سراجیہ کندیاں۔

۱۴...... مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ دار العلوم کراچی۔

۱۵...... مجاہد حق گو حضرت مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ آف مردان۔

۱۶...... رئیس المناظرین حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ۔

۱۷...... حضرت مولانا مفتی احمد سعید رحمہ اللہ سراج العلوم سرگودھا۔

۱۸...... مولانا نذیر اللہ رحمہ اللہ جامع مسجد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم گجرات۔

۱۹...... مجاہد ملت حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ قاسم العلوم ملتان۔

جدید ایڈیشن

تذکرہ
مجاہدینِ ختمِ نبوّت
اور
قادیانیوں کے عبرت انگیز واقعات

جمع و ترتیب

شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486